بسم اللہ الرحمن الرحیم

مئی 2016

سالانہ ممبری فیس: 150/- روپے ● بیرون ممالک فیس: 40 امریکی ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ پیغام شریعت دہلی

مکہ پبلشر، ۴۴۲، دوسری منزل، گلی سروتے والی، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی-۶

آفس کا فون نمبر: 011-23260749,9911062519

PAIGAM E SHARIAT Monthly

House No.442, 2nd Floor,Gali Sarotey Wali,
Matia Mahal Jama Masjid Delhi-6
Mob:.9911062519, 011-23260749
Email: paighameshariat@gmail.com
Indian Bank
A/c.No.6409744750, IFSC Code IDIB000J033,Jasola

فہرست مضامین

نوٹ مندرجات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔

پیغام شریعت کے اجرا سے خوشیوں کی لہر

از: فیضان المصطفیٰ قادری

گزشتہ ماہ جب غالب اکیڈمی دہلی میں ماہنامہ پیغام شریعت کے اجرا کی تقریب منعقد ہوئی اور اپریل کی ابتدائی تاریخوں میں ملک کے طول وعرض میں پہلا شمارہ پہنچا تو ہر طرف خوشیوں کی لہر دوڑ گئی۔ مبارک بادیوں کا ایک نہ تھمنے والا سلسلہ چل پڑا، مشورے، تجاویز، تبصرے، مقبولیت کی دعائیں جس سے جو بن پڑا نوازتے چلے گئے۔ کیوں کہ نگاہیں ایسی صحافت کی متلاشی تھیں جو پوری جماعت کی ترجمانی کرنے کے لیے منظر عام پر آئے، اور ایسا شفاف آئینہ ہو جس میں معاشرہ اپنے حال کی اوٹ سے مستقبل کی تصویر دیکھ سکے۔ خدا کرے کہ رسالہ لوگوں کی توقعات پوری کر سکے، کہ اس وادی میں قدم رکھنا آسان نہیں، محدود وقت میں متعین صفحات پر متنوع مضامین کو اس طرح سجانا ہوتا ہے کہ نہ ایک سطر کم ہو نہ ایک سطر زیادہ۔ مضامین میں ایسا اختصار نہ ہو کہ اصل مفہوم ہی بین السطور میں گم ہو جائے۔ اور نہ ایسی تفصیل کہ قاری کو نیند آنے لگے۔ کوئی جملہ شریعت سے متصادم یا علمی حقائق سے بیگانہ نہ ہو، یہ سارے تقاضے منظور نظر ہوتے ہیں، پھر کہیں جا کر ایک شمارہ تیار ہوتا ہے۔ اس پر اخراجات کا بار، کہ مہینہ شروع ہوتے ہی ایک بڑا خرچ ذمہ داروں کو گھورنے لگتا ہے۔ ممبر شپ کی فیس سمندر کا ایک قطرہ ہے، ایسا سمندر جو کبھی وجود میں نہیں آتا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو عموماً رسالے چند سالوں کے بعد بند نہ ہو جاتے۔ جماعت کے عظیم مفکر ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب سے اس رسالے کے بارے میں بات ہوئی تو فرمایا: فکر نہ کریں، رسالہ جاری کرنا اسلاف کی سنت ہے تو بند کرنا بھی اسلاف ہی کی سنت ہے۔

بہر کیف ماہنامہ پیغام شریعت کسی کا ذاتی رسالہ نہیں، نہ اس سے حصول زر مقصود ہے، اور مذہبی رسالوں میں اس کی امید بھی نہیں کی جا سکتی، خصوصاً جب کہ معتدل صحافت مطمح نظر ہو۔ بلکہ اس کا مقصد پورے ملک کے اہل علم اور عوام الناس کے مابین اہل سنت و جماعت کے لیے خصوصاً ''تعلیمات رضا'' کی روشنی میں ایک سنجیدہ ماحول برپا کرنا ہے۔ ان حالات میں کہ علمی معاملات میں اختلافات کی کثرت اور تنوعات کے سبب عوام میں علما بیزاری کا رجحان پیدا ہونے لگا ہے۔ خصوصاً جب کہ ایسے معاملات جو محدود رہنے تھے اسٹیج کے راستے عوام تک پہنچ گئے۔ ان حالات میں آخر سادہ دل بندے کدھر جائیں۔ لہٰذا ہم کسی بھڑ کے چھتے میں ہاتھ نہیں ڈالیں گے۔ 'سنسنی پھیلانے سے رسالہ تیزی کے ساتھ مقبول ہوگا' یہ نظریہ صحیح بھی ہو تو ہماری ٹیم اس کی نفی کرتی ہے۔ ''تعلیماتِ رضا'' اس لیے کہ یہ نظر انداز کرنے کی چیز نہیں، خواہ کسی عنوان سے ہو۔ یہ صحیح ہے کہ ہر محفل ہر خطاب ہر تحریر اور ہر تحریک میں اعلیٰ حضرت کا نام لینا ضروری نہیں۔ لیکن کسی تحریک کسی تنظیم کسی پروگرام کا اس لیے ڈول ڈالنا کہ لوگوں کی توجہ اعلیٰ حضرت اور ان کی تعلیمات سے ہٹائی جا سکے اس میں سنیت کی خیر خواہی کا کون سا پہلو ہے سمجھنا مشکل ہے۔ جس کے دل میں بھی عشق رسالت ہو اور غوث وخواجہ سے محبت ہو یہ محبت اسے مجبور کرے گی کہ وہ امام احمد رضا کی تعلیمات سے چمٹ جائے، کہ اس سے عوام اور علما کی بے شمار دینی وعلمی بھلائیاں وابستہ ہیں۔

ایک کرم فرما کا مشورہ ہے کہ کمرشیل اشتہارات شائع کیا جائے تا کہ اخراجات کا بوجھ کم ہو سکے۔اس مشورے کے اخلاص میں شک نہیں مگر ہم نے اپنی ٹیم کو پہلے ہی واضح کر دیا کہ میگزین کا ہر صفحہ اہم ہوتا ہے خصوصاً فرنٹ ٹائٹل اور بیک ٹائٹل، رسالے کے کسی مقام پر کمرشیل اشتہار شائع نہ کرکے ایسے اہم مقامات پر علما کے تاثرات، اپنے پیغامات اور بزرگوں کی تعلیمات شائع کریں گے، تا کہ ہر مقام سے کچھ نہ کچھ پیغام جائے۔رہے اخراجات ! تو نیت اچھی ہے تو اللہ تعالیٰ بڑا کارساز ہے۔جو لوگ اس کام کو مفید سمجھیں گے وہ ضرور تعاون کریں گے۔ورنہ ٹیم کی اپنی کوششوں سے اسے جاری رکھنے کا ارادہ ہے۔اسی لیے اس کی قیمت کم رکھی گئی ہے تا کہ کسی کی قوت خرید سے باہر نہ ہو۔جو لوگ اس کو فروغ دینے کے لیے تعاون کرنا چاہتے ہیں وہ پبلشر یا مینجنگ ڈائرکٹر سے رابطہ کر کے اس کی صورتیں معلوم کر سکتے ہیں۔اپنی طرف سے دو چار، دس بیس لوگوں کے نام جاری کروائیں تا کہ ان کے لیے ایک صدقہ جاریہ ہو، اور ''پیغام شریعت'' عام سے عام تر ہو۔عوام الناس اور مدارس کے طلبہ کتنے ایسے ہیں جن کی زندگی میں اس کے مشمولات کے سبب انقلاب آ سکتا ہے، لیکن ہوسکتا ہے کہ وہ کسی سبب سے اس کے خریدار نہ بن سکیں ایسے طلبہ کے نام جاری کروائیں۔ادارہ خود اپنی طرف سے پورے ملک کے طول وعرض میں زیادہ سے زیادہ علما، دانشور اور سماجی شخصیات کو اعزازی طور پر ارسال کر رہا ہے۔اور آن لائن قارئین کے لیے اسے فیس بک پر اپ لوڈ کر دیا گیا ہے۔وہاں سے وہ لوگ ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں جنھیں اس کی کاپی نہ پہنچ سکی۔

مدارس، خانقاہیں، تنظیمیں، علمائے کرام ان سب کے تعارف کی سیریز تدریجاً شروع کی جائیں گی۔لہٰذا مختلف تنظیمیں جو ملک بھر میں کام کر رہی ہیں وہ اپنی کارکردگی کی رپورٹ ضرور بھیجیں۔شخصیات پر ہر شمارے میں صرف ایک مضمون شائع کیا جائے گا۔لہٰذا جو لوگ بھی کسی شخصیت پر مضمون بھیجیں اس میں جامعیت ہونی چاہیے، تا کہ آئندہ چند سالوں تک اس شخصیت پر مضمون شائع کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ فکری تحریر، تنقید، تبصرے، تاثرات کو شائع کرنے میں ترجیح دی جائے گی اور کوشش ہوگی کہ کسی تبصرے کو خواہ مثبت ہو یا منفی نظر انداز نہ کیا جائے، لیکن حسب ضرورت ادارتی نوٹ بھی لگایا جا سکتا ہے۔

قارئین یہ نہ سمجھیں کہ اداریہ کے صفحات پر راقم الحروف کی اجارہ داری رہے گی اور باقی ادارتی بورڈ کے ارکان ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا رہیں گے۔ہماری مصروفیات اس کی اجازت بھی نہیں دیتیں۔اس لیے ہم نے ادارتی بورڈ سے گزارش کر دی ہے کہ ان صفحات کو محروم نہ رکھیں۔تا کہ قارئین ایک ہی اسلوب پڑھ پڑھ کر تھک نہ جائیں۔

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی کے انوکھے اسلوب اور رضویات پر گہری نظر، ڈاکٹر سجاد عالم رضوی کی سنجیدہ طبیعت اور معلوماتی خزانے، اور ڈاکٹر امجد رضا امجد کے تجزیاتی طرز نگارش سے بہت کچھ امیدیں وابستہ ہیں۔جب کہ علامہ کوثر امام قادری نے پہلے شمارے سے ہی جوہر دکھا دیے ہیں۔ہم اب تک کچھ نہ کر سکے۔تدریسی مصروفیات سے بچا وقت ابتدائی ہر دو شماروں کا مزاج بنانے اور نوک پلک سنوارنے میں نکل گیا۔آئندہ کوشش ہوگی کہ حسب استطاعت کچھ خدمت ہو سکے۔

دعاؤں کا طالب
فیضان المصطفیٰ قادری
Email: Faizanulmustafa@yahoo.com

درس حدیث

دوسری قسط

احادیث کریمہ۔ مشکلات اور حل

از: مولانا کوثر امام قادری مہراج گنج

سردار منافقین پر عنایات مصطفیٰ کی بارش کیوں؟

یہاں جن مشکل حدیثوں کا حل پیش کرنا ہے ان میں رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی ابن مسلول سے متعلق بھی بعض حدیثیں آرہی ہیں، اسی لیے پہلے اسی منافقوں کے سردار کے بارے میں میں کچھ تفصیلات سپرد قلم ہے تاکہ آئندہ کی بحثوں کو بخوبی سمجھنا آسان ہوجائے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں اس کی تفصیلات کچھ اس طرح ہیں۔

عبداللہ بن اُبی ابن مسلول (مسلول عبداللہ کی ماں کا نام ہے) قبیلۂ خزرج کی شاخ بنوالحبلی کا سردار تھا اور مدینہ کے ممتاز لوگوں میں سے تھا، ہجرت سے پہلے اس نے جنگ فجار میں صرف پہلے دن قیادت کی تھی، دوسرے دن کی جنگ میں اس نے حصہ نہیں لیا تھا، جنگ بعاث میں بھی اس نے شمولیت نہیں کی تھی۔ اگر رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف نہ لاتے تو شاید اس کو مدینہ کا باشاہ بنادیا جاتا۔ جب مدینہ کے اکثر لوگ مسلمان ہوگئے تو عبداللہ بن ابی نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ لیکن اس کے اسلام میں خلوص نہ تھا (اس کو رئیس المنافقین کہا گیا) جب ۲/ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے بنوقینقاع پر حملہ کیا تو عبداللہ نے آپ سے سفارش کی کیوں کہ وہ زمانہ جاہلیت میں اس کے حلیف رہے تھے۔

۳ہجری میں جنگ احد کے موقع پر اس تجویز کی حمایت کی کہ قلعوں میں رہ کر جنگ کی جائے لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے اکثریت کے مشورے کے بنا پر شہر سے باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کا ارادہ فرمایا تو عبداللہ نے اس کو ناپسند کیا اور آخر میں اپنے تین سو آدمیوں کو ساتھ لے کر اسلامی فوج چھوڑ کر چلا گیا۔

اس سے عبداللہ بن ابی کی بزدلی اور اس کا نفاق ظاہر ہوتا ہے۔

اس وقت تک عبداللہ ابن ابی کی رسول اللہ ﷺ کے خلاف سرگرمیاں زبانی نکتہ چینی تک محدود تھیں، لیکن اس کے بعد وہ آپ کے خلاف سازشیں بھی کرنے لگا، جب رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر کو اپنے مکانات خالی کرنے کا حکم دیا تو اس نے ان کو نہ صرف اس حکم کی خلاف ورزی پر اکسایا بلکہ فوجی امداد کا بھی وعدہ کیا۔

غزوہ مریسیع میں اسی نے حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازش کی کوشش کی اور لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کرنا چاہا کہ وہ آپ کو مدینہ سے نکال دیں۔ اور جب رسول اللہ ﷺ تک یہ شکایت پہنچی کہ اس نے کہا تھا کہ مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے تو اس نے جھوٹی قسمیں کھائیں اور صاف مکر گیا۔

اس واقعہ کے بعد غزوہ بنومصطلق میں اس نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف تہمت لگائی۔ عبداللہ بن ابی غزوہ تبوک میں بھی شامل نہیں ہوا۔ ۹ہجری میں فوت ہوگیا۔ (دائرہ معارف اسلامیہ جلد۱۲، ص: ۷۶۹، ۷۷۰)

یہ بدتمیزوں کا سردار، منافقوں کا رہنما جب مرا تو حضور ﷺ نے کفن کے لیے اپنا رحمتوں والا کرتا، شان کریمی والی قمیص عطا فرمائی۔ اور نماز جنازہ پڑھائی۔

اب آئیں احادیث اور مشکلات وحل کی طرف توجہ دیتے ہیں۔

عن جابر ابن عبدالله رضى الله عنه انه يقول اتى النبيﷺ قبر عبدالله ابن أبي فأخرجه من قبره فوضعه على ركبتيه ونفث عليه من ريقة والبسه قميصه فالله اعلم (مسلم شریف باب صفات المنافقین) حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسولﷺ عبداللہ بن ابی کی قبر پر تشریف لائے اس کو قبر سے نکال کر اپنے گھٹنوں پر رکھا اس پر اپنا لعاب مبارک ڈالا اور اس کو اپنی قمیص پہنائی۔اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ نے اسے مرنے اور دفن کیے جانے کے بعد قمیص عطا فرمائی تھی اور قبر سے نکال کر پہنایا تھا۔ جبکہ دوسری حدیث اس کے خلاف ہے۔

عن عبدالله بن عمر رضي عنه قال لما تُوفِّي عبدالله بن أبي بن مسلول جاء ابنه عبدالله بن عبدالله الى رسول اللهﷺ فسال له ان يعطيه قميصه يكفن فيه اباه فاعطاه ثم ساله ان يصلي عليه فقام رسول اللهﷺ ليصلي عليه فقام عمر فاخذ بثوب رسول اللهﷺ فقال يارسول اللهﷺ أتصلي عليه وقدنهاك الله ان تصلي عليه فقال رسول اللهﷺ انماخيرني الله فقال: "استغفرلهم اولاتستغفرلهم ان تستغفرلهم سبعين مرة" وسأزيده على سبعين، قال هو منافق، فصلى عليه رسول الله فانزل الله عزوجل: لاتصلي على احد منهم مات ابداولاتقم على قبره (مسلم شریف باب صفات المنافقین)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو اس کے بیٹے عبداللہ رسول اللہﷺ کے پاس گئے اور آپ سے سوال کیا کہ آپ اپنی قمیص اسے عطا فرمائیں جس میں وہ اپنے باپ کو کفن دیں آپ نے ان کو وہ قمیص عطا فرمائی۔ پھر یہ سوال کیا کہ آپ اس پر نماز جنازہ پڑھیں تو رسول اللہﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھنے کا اراداہ فرمایا۔ تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر حضور کا دامن تھام لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، رسول اللہﷺ نے فرمایا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم ان کے لیے استغفار کرو (دینی مصلحت کے تحت) یا استغفار نہ کرو (تبلیغی مصلحت کے سبب) اگر تم نے ان کے لیے ستر مرتبہ استغفار کیا، اور میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرونگا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا وہ منافق ہے۔رسول اللہﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ان منافقین میں سے جو شخص بھی مرجائے آپ اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھائیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

حل اشکالات:

دونوں حدیثوں کے مطالعہ کے بعد متعدد اشکالات ذہن میں آتے ہیں ان میں سے ہر ایک کا حل اکابر علما کی تحقیقات کی روشنی میں سپر د قلم ہے۔

(ا) اس منافق نے اسلام کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اس کو آقائے کریمﷺ نے اپنی برکتوں والی قمیص کیوں عطا فرمائی ہے۔

اس کا حل یہ ہے کہ حضورﷺ کی شان کریمی یہ تھی کہ جس نے بھی آپ کے لیے کچھ کیا یا کسی طرح سے آپ پر احسان کرنے کی کوشش کی تو آپ اس کا بدلہ ضرور عطا فرمادیتے۔

رسول اللہﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب دراز قامت تھے۔ بدر کے دن ابن ابی کی قمیص کے سوا اور کسی کی قمیص ان کو پوری نہیں آئی ابن ابی نے اپنی قمیص ان کے لیے دی تھی۔ رسول اللہﷺ نے اس کا بدلہ اتارنے کے لیے اپنی قمیص اس کو دی

جس کو تفصیل حسب ذیل حدیث میں موجود ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدر کے دن قیدیوں کو اور حضرت عباس کو لایا گیا۔ عباس کے اوپر کوئی کپڑا نہ تھا۔ نبی ﷺ نے ان کے لیے قمیص کو دیکھا تو صرف عبداللہ بن ابی کی قمیص ان کے ناپ کی تھی نبی ﷺ نے وہ قمیص ان کو پہنا دی۔

اس وجہ سے نبی ﷺ نے اپنی قمیص اتار کر عبداللہ بن ابی کو پہنائی تھی۔

امام ابن عیینہ نے فرمایا عبداللہ بن ابی کا نبی ﷺ پر احسان تھا آپ نے اس کے احسان کا بدلہ اتارنا پسند کیا۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے اپنی مبارک قمیص کب عطا فرمائی تھی دفن سے پہلے یا دفن کئے جانے کے بعد تو اس کا حل یہ ہے۔

علامہ امام عینی فرماتے ہیں۔

حضرت ابن عمر کی روایت میں جو حضرت عبداللہ کو اپنے باپ کے کفن کے لیے قمیص عطا فرمانے کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے قمیص عطا فرمانے کا وعدہ فرما لیا تھا اور مجازاً وعدہ پر عطیہ کا اطلاق کر دیا اور عبداللہ بن ابی کے گھر والوں کو یہ خیال ہوا کہ نبی ﷺ قمیص دینے کے لیے آئیں گے تو آپ کو شفقت ہوگی اس لیے انھوں نے نبی ﷺ کے پہنچنے سے پہلے اس کو کفن پہنا دیا اور جب نبی ﷺ پہنچے تو وہ اس کو کفن پہنا کر قبر میں اُتار چکے تھے آپ نے اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے اس کو قبر سے نکالا اس کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اس میں اپنا لعاب ڈالا اور اس کو قمیص پہنائی (عمدۃ القاری ج:۸،۵۴)

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کر دیا گیا تھا پھر بھی آپ اس بد بخت کی نماز جنازہ کے لیے تشریف لے گئے آخر کیوں؟

اس کا حل یہ ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی دانش میں یہ تھا کہ آپ ﷺ کو منافقین کی نماز جنازہ سے منع کر دیا گیا ہے لیکن حضور ﷺ نے واضح فرما دیا کہ آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے اور دعائے استغفار سے بالکل یہ منع نہیں کیا گیا بلکہ استغفار کا اختیار دیا گیا تھا کہ آپ تبلیغی مصلحت کے پیش نظر ان کی نماز جنازہ و دعا استغفار کریں تو کوئی حرج نہیں۔ ہاں آپ کی دعا اور اس عمل سے مسلمانوں کو اور آپ کے تبلیغی مشن کو فائدہ تو پہنچے گا مگر ان بدبختوں کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

چنانچہ جب آپ ابن ابی کی نماز جنازہ کے لیے قدم رنجہ فرمایا تو اس سے آپ کے تبلیغی مشن کو اچھا فائدہ ہوا اور سیکڑوں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے جب یہ فائدہ حاصل ہو چکا تو آپ کو اب بالکل منع فرما دیا گیا اور مشیت ایزدی بھی تھی ورنہ آخر کیا وجہ ہے کہ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دامن تھام کر عرض کیا تھا اسی وقت آیت کریمہ نازل نہ ہوئی۔ اسی وقت آپ کو منع کر دیا گیا ہوتا لیکن نگاہ قدرت دیکھ رہی تھی کہ محبوب کے انداز کریمانہ کے سبب بہتیروں کو دولت اسلام حاصل ہونے والی ہے اس لیے پہلے نہ روکا گیا اور جب نماز جنازہ سے فارغ ہوگئے تو آیت ممانعت کا نزول ہو گیا۔

علامہ طبری نے یہ روایت بیان کی ہے۔

عن قتادۃ رضی اللہ عنہ قال ذکر لنا ان النبی ﷺ کلم فی ذالک فقال و مایغنی عنہ قمیص من اللہ اوربی و صلاتی علیہ و انی لارجو ان یسلم بہ الف من قولہ۔ (جامع البیان ج:۱۰،۱۴۲)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ سے اس معاملے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میری قمیص اور اس پر نماز جنازہ اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی اور بے شک

مجھے یہ امید ہے کہ میرے اس عمل سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں گے۔

حبس شمس کے واقعات

سورج سے متعلق انبیائے کرام کے متعدد معجزات میں بعض کی روایات میں ضعف ہے اور بعض کی روایات صحیح سندوں سے ثابت ہیں یہاں صحیح سندوں سے ثابت معجزات پیش کیے جارہے ہیں۔

عن ابی هريره رضی الله عنه قال رسول الله ﷺ غزا نبی من الانبياء فقال لقومه لايتبعنی رجل قد ملک بضع امراة وهو يريده ان يبنی بهاولمايبنن ولاآخرقد بنی بنياناولمايرفع سقفهاو لااخر قداشتریٰ غنمااوخلفات وهو منتظرولادهاقال فغزیٰ فادنیٰ للقرية حين صلوة العصراوقريباً من ذالک فقال للشمس انت مامورة وانامامورة اللهم احبسها علیّ شيئاً فحبست عليه حتیٰ فتح الله عليه . (مسلم شریف باب تحلیل الغنائم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیائے سابقین میں سے ایک نبی نے جہاد کیا۔اوراپنی قوم سے یہ کہا کہ جس شخص نے ابھی نکاح کیا ہواورابھی شب زفاف نہ گذاری ہواوروہ یہ عمل کرنا چاہتا ہووہ مرے ساتھ نہ جائے اورنہ وہ شخص جائے جس نے مکان بنایا ہواورابھی چھت بلند نہ کی ہواورنہ وہ شخص جائے جس نے بکریاں اورگابھن اونٹنیاں خریدی ہوں اوروہ ان کے بچے دینے کا منتظر ہو۔پھراس نبی نے جہاد کیا اورعصر کے نماز کے وقت یااس کے قریب ایک دیہات میں پہنچے توانھوں نے سورج سے کہا تم بھی حکم الٰہی کے ماتحت ہواور میں بھی حکم الٰہی کے تابع ہوں، اے اللہ اس سورج کوتھوڑی دیرمیری خاطر روک دے پھرسورج روک دیا گیاحتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کوفتح عطا کی۔

حدیث مذکورہ میں جن کے لیے سورج روکنے کا ذکر ہے وہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ہیں جس کی وضاحت حسب ذیل حدیث پاک میں ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان الشمس لم تحبس علی بشرالاليوشع ليالی ساراالی بيت المقدس (مسلم شریف باب تحلیل الغنائم) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت یوشع بن نون کے سواکسی بشرکے لیے سورج نہیں ٹھہرایا گیا۔جن راتوں میں حضرت یوشع بن نون نے بیت المقدس کی طرف سفر کیا تھا۔

معلوم ہوا کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے علاوہ کی بشر کے لیے سورج نہیں ٹھہرایا گیا جب کہ اس کے خلاف روایت موجود ہے کہ جب حضور ﷺ نے معراج سے واپسی کے بعد قوم کواس کی اطلاع دی اوراستے میں جس قافلے سے ملاقات ہوئی اس کی علامات بتائی تولوگوں نے پوچھا قافلہ کب آئے گا تو آپ نے فرمایا۔ بدھ کوقافلہ آئے گا۔ اس دن کفارقریش قافلے کاانتظار کررہے تھے دن چھپنے لگااورقافلہ نہ آیا پھررسول اللہ ﷺ نے دعافرمائی تودن کا کچھ وقت بڑھادیا گیااورسورج کوٹھہرادیا گیاچنانچہ حسب ذیل روایت میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

عن جابربن عبدالله رضی الله عنه قا ل ان رسول الله ﷺ امرالشمس فتأخرت ساعة من النهارروا ه الطبرانی فی الاوسط بسندحسن۔(شرح الشفا ملاعلی قاری ج:۳،ص:۱۳) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے سورج کوحکم

فرمایا کہ کچھ دیر کے لیے رک جائے تو وہ تھوڑی دیر رک گیا۔

حل اشکال:

مذکورہ دونوں روایتوں سے اشکال پیدا ہونے کے سبب بعض لوگوں کا ذہن قاصر الجھ گیا اور تطبیق وتوفیق نہ دے سکے اورسرے سے واقعۂ معراج کے موقع پر حضور ﷺ کے لیے حبس شمس کا ہی انکار کر بیٹھے جبکہ ماہرین فن اور ناقدین علم نے دونوں کے درمیان موافقت کی راہ پیدا کی اور مشکلات کا ازالہ فرمایا۔

علامہ آلوسی رقمطراز ہیں۔

''رسول اللہ ﷺ کے لیے جو سورج ٹھہرانے یا لوٹانے کے واقعات ہیں ان پر جو حضرت یوشع کی حدیث سے اعتراض ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یوشع کی حدیث کی تاویل یہ ہے کہ میرے علاوہ کسی نبی کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا ماسوا حضرت یوشع علیہ السلام کے، یا یہ جواب دیا جائے گا کہ متکلم عموما کلام میں داخل نہیں ہوتا'' (روح المعانی ج:۲۳، ۱۹۴)

حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

''امام طبرانی کی اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سورج کو حکم دیا تو وہ کچھ دیر متاخر ہوگیا۔ اس حدیث کی سند حسن ہے اور مسند احمد میں جو روایت ہے کہ حضرت یوشع کے سوا اور کسی کے لیے سورج نہیں ٹھہرایا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیائے سابقین میں سے اور کسی کے لیے سورج نہیں ٹھہرایا گیا اور اس حدیث میں اس بات کی نفی نہیں ہے کہ حضرت یوشع کے بعد نبی ﷺ کے لیے سورج ٹھہرایا گیا ہو،، (فتح الباری ج:۶، ۲۲۱)

دارالعلوم قدوسیہ فخر العلوم، سسوا بازار، مہراج گنج (یوپی)
مبائل نمبر: 9838086342

☆☆☆

..........................(بقیہ صفحہ ۲۳)..........................

"وَاللّٰهِ مَاجَرَّبْنَاعَلَيْكَ كَذِباً"۔ ''قسم خدا کی! ہم نے آپ کو کبھی بھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا''۔ اہل مکہ کی یہی ایک شہادت واقعہ معراج کی تصدیق کے لیے کافی تھی۔ مگر انہوں نے سرکشی دکھائی اور تسلیم کرنے سے انکار کرتے رہے۔

(۲) معراج کے واقعہ کے بعد اہل مکہ نے بغرض امتحان آپ سے بیت المقدس کے متعلق سوال کیا۔ یہ بات کفار مکہ بھی جانتے تھے کہ محمد ﷺ نے کبھی بیت المقدس نہیں دیکھا ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کے تمام سوالات کے جواب بالکل صحیح طور پہ عنایت فرمادئے جنہیں سن کر وہ خود بھی دنگ رہ گئے۔

(۳) معراج سے واپسی کے بعد مکہ والوں نے پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ والثناء سے اپنے ان قافلوں کے متعلق سوال کیا جو شام سے تجارت کر کے مکہ واپس آرہے تھے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے انہیں ان کے قافلے کے متعلق تمام معلومات بہم پہونچا دیں۔ آپ ﷺ نے جو بھی اطلاع دی تھی قافلہ والوں نے اس کی تصدیق بھی کردی تھی۔

ان تمام حقیقتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی بھی انصاف پسند اور سالم عقل واقعہ معراج کی تکذیب نہیں کرسکتا ہے کہ جس شخص نے چالیس سال تک بشمول دروغ گوئی کسی برائی کا کبھی ارتکاب نہیں کیا اس کی تکذیب کے لیے عقل کے پاس سوائے اس کے کوئی راہ نہیں کہ وہ اس کے خلاف نا قابل رد شہادتیں پیش کرے۔ مگر اہل مکہ اس میں ناکام رہے، مزید یہ کہ جب انہوں نے اپنی تکذیب کی تقویت کے لیے آپ سے القدس اور قافلوں کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ان کے مکمل جوابات دیے جن سے نبی علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کا دعوی معراج مزید پختہ اور ناقابل انکار ہوگیا۔

javedambar@yahoo.com

فقہ وفتاویٰ

شرعی مسائل

مفتی محمد عالمگیر رضوی ومفتی فضل احمد مصباحی

بلاٹکٹ سفر کرنے کا شرعی حکم

سوال: بلاٹکٹ سفر کرنا کیسا ہے؟

الجواب: بلاٹکٹ سفر کرنا قانون کے اعتبار سے جرم اس سے ہر مسلمان کو احتراز لازم ہے جیسا کہ مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں ''**الصور المباحة مایکون جرماً فی القانون ففی اقتحامه تعریض النفس للاذی والاذلال وھولایجوز فیجب التحرز عن امثلة،،** اھ (فتاویٰ رضویہ ج:۷،ص:۱۱۵) اور جیسا کہ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ ان اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں'' یہاں کے کفار اگرچہ حربی ہیں مگر بلاٹکٹ سفر کرنا اپنے آپ کو اہانت کے لیے پیش کرنا ہے اپنی عزت کو خطرہ میں ڈالنا ہے کہ خلاف قانون ہے ،مستوجب سزا ہوگا لہٰذا ایسی حرکت سے احتراز لازم جو موجب ذلت ورسوائی ہو،، اھ (فتاویٰ مصطفویہ ص:۲۲۶) واللہ تعالیٰ اعلم

بوڑھے آدمی کا عقیقہ

سوال: بوڑھا آدمی اپنی طرف سے عقیقہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

السائل۔ الحاج محمد مجیب لرحمٰن سلاوٹ محلّہ، سلاوٹان، جودھپور۔

الجواب: بوڑھا آدمی اپنی طرف سے عقیقہ کرسکتا ہے مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو وہ جوان بڑھاپے میں بھی اپنا عقیقہ کرسکتا ہے'' (فتاویٰ رضویہ ج:۸،ص:۵۴۲) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں عقیقہ کے لیے ساتواں دن بہتر ہے اور ساتویں دن نہ کرسکیں تو جب چاہیں کرسکتے ہیں سنت ادا ہوجائے گی (بہارشریعت ج:۱۵، ص:۱۵۴) مزید حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ عقود الدرایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں **ولو قدم الذبح قبل یوم السابع فاخر عنه جازالاان یوم السابع افضل** ''(فتاویٰ رضویہ ج:۸،ص:۵۴۲) اور حضور شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اگر کسی کا عقیقہ نہ ہوا ہو تو وہ خود اپنی طرف سے عقیقہ کرسکتا ہے خواہ کتنی ہی عمر ہوگئی ہو۔تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنا عقیقہ کیا(ج:۲ص:۳۳۲) بحوالہ نزھۃ القاری ج:۸،ص۱۸۰ کتاب العقیقہ) بہرحال مذکورہ بالافقہی عبارات سے ثابت ہوگیا کہ بوڑھا آدمی اپنی طرف سے عقیقہ کرسکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

اسمگلنگ کرنے کا شرعی حکم

سوال: اسمگلنگ کرنا یعنی دوسرے ملک سے چاندی سونا یا گھڑی اور کپڑا وغیرہ لے کر اپنے ملک میں بیچنا،شرع کے نزدیک کیسا ہے؟ جب کہ ملکی قانون کے اعتبار سے جرم ہے؟

السائل: سراج الدین مہندوپار،سنت کبیر نگر یوپی۔

الجواب: اسمگلنگ کرنا قانوناً جرم ہے اس سے ہر مسلمان کو بچنا لازم ہے جیسا کہ حضور فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں

تحریرفرماتے ہیں جس صورت میں سونا چاندی اورگھڑی وغیرہ دوسرے ملک سے لاکراپنے ملک میں فروخت کرنا ملکی قانون کے اعتبار سے جرم ہے اس سے ازروئے شرع ہرمسلمان کو بچنالازم ہے،،(فتاویٰ برکاتیہ ، ص:۱۹۸) اورحضوراعلیٰ حضرت امام احمدرضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ تحریرفرماتے ہیں **الصورالمباحة مایکون هومافی القانون ففی اقتحامه تعریض النفس للاذی والاذلا ل وهولایجوزفیجب التحرزعن امثاله"اھ** (ج:۷،ص:۱۱۵) **والله تعالیٰ اعلم۔**

کیا سوال نکیرین اسی امت کے ساتھ خاص ہے؟

سوال: سوال نکیرین کیااسی امت کے ساتھ خاص ہیں یاامم سابقہ سے بھی ہوتے تھے؟

السائل حافظ اسلم میٹر تاسٹی، ناگورشریف۔راجستھان

الجواب: سوال نکیرین کے بارے میں صحیح وراجح قول یہی ہے کہ امم سابقہ سے سوال نکیرین نہیں ہوتے تھے بلکہ یہ اسی امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ فتاویٰ حدیثیہ میں ہے۔**وکان اختصاصهم بالسوال فی القبرمن التحقیقات التی اختصوابهاعن غیرهم لما تقرفتامل** (ص:۱۱)اورخاتم المحققین حضرت علامہ سیدمحمد ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ردالمحتار میں تحریرفرماتے ہیں''**نقل العلقمی فی شرحه علی الجامع الصغیران ان الراجح ایضااختصاص السوال بهذه الامة خلافالمااستنطهره ابن القیم ونقل ایضاعن الحافظ ابن حجرالعسقلانی ان الذی یظهراختصاص السوال بالمكلف وقال وتبعه علیه شیخنایعنی الحافظ السیوطی ،، اھ** (ج:۲ص:۱۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

سانپ کی چھتری کھانے کیساہے؟

سوال: سانپ کی چھتری (ککرموتہ) کھانا کیساہے؟

السائل۔مولوی محمد منظورمہدیوانکار،سنت کبیرنگریوپی

الجواب: سانپ کی چھتری (ککرموتہ) کھاناشرعاً حلال وطیب ہے جس کی حلت حدیث صحیح سے ثابت ہے''**عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه ان فامنا من اصحاب النبی ﷺ قالواالكمارئة جدری الارض فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم الكمائة من المن وماء هاشفاء للعین** (**ترمذی شریف ج: ثانی ابولب الطب باب ماجاء فی الكماء ة والعجوة مطبوعه رشیدیه** ص:۲۸۰)اوراللہ رب العزت کاارشادگرامی **وهوالذی خلق لكم مافی الارض جمیعا** سانپ کی چھتری کی حلت پردال ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

مذبوح جانورکی کھال کھانا

سوال: مذبوح جانورکی کھال کھانا کیساہے؟

السائل۔شوکت علی جودھپور،رجستھان

الجواب: مذبوح جانورکی کھال حلال ہے اس کا کھاناجائز ودرست ہے جیساکہ مجدداعظم امام احمدرضامحدث بریلوی علیہ الرحمہ تحریرفرماتے ہیں''مذبوح حلال جانورکی کھال بیشک حلال ہے شرعاًاس کا کھاناممنوع نہیں اگرچہ گائے،بھینس بکری کی کھال کھانے کے قابل نہیں ہوتی **فی الدرالمختار اذاماذ کیت شاة فكلها سوی سبع ففیهن الوبال فحاء ثم خاء ثم غین ودال ثم میمان وذال انتهیٰ فالحاء الحیاء وهوالفرج، والخاء الخصیه والغین الغدة ، والدال الدم المسفوح والمیمان المرارة والمثانة والذال**

الـــذکـــر " اھ (فتاویٰ رضویہ ج:۸،ص:۳۲۴) نیز فتاویٰ فیض الرسول میں ہے "مرغ کے گوشت کو کھال اتار کر اور کھال سمیت دونوں طرح کھانا جائز ہے"۔ (ج:۲، ص۴۳۴) کتبہ محمد عالمگیر الرضوی المصباحی خادم تدریس وافتادار العلوم اسحاقیہ جودھپور

بغیر غسل دیے نماز جنازہ کا حکم

سوال: میت کے غسل دیے بغیر نماز جنازہ پڑھ لی گئی جب کہ پانی پر قدرت ہے تو کیا نماز جنازہ کا اعادہ کیا جائے گا؟

السائل۔محمد رفیق متعلم درجہ سادسہ دار العلوم اسحاقیہ جودھپور

الجواب: جب میت کو بغیر غسل دیے اس کی نماز جنازہ پڑھ لی گئی جبکہ پانی پر قدرت ہو تو نماز جنازہ کا اعادہ کیا جائے گا جیسا کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں "بغیر غسل نماز پڑھی گئی نہ ہوئی اسے غسل دے کر پھر پڑھیں" (بہار شریعت ج:۴،ص:۱۳۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔　کتبہ محمد عالمگیر مصباحی رضوی

دار العلوم اسحاقیہ جودھپور

بزرگوں سے اولاد کی دعا کرنا کیسا ہے؟

(۳) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ھٰذا میں کہ اولیائے کرام کے مزارات پر اس طرح دعا مانگنا جیسے کوئی حضور شاہ مولانا حفیظ الدین رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر یوں عرض کرے اے حفیظ ملت علیہ الرحمہ! میں بے اولاد ہوں مجھے اولاد عطا کریں ۔اسی دعا پر دوسرے شخص کو اعتراض ہے کہ اس طرح دعا مانگنا جائز نہیں ہے۔ میں حضور مفتی صاحب سے التماس کروں گا کہ اس سلسلہ میں کتب معتبرہ سے مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی (مولانا) محمد معراج عالم۔بارسوئی کٹیہار

باسمہٖ تعالیٰ وتقدس

الجواب: ہبہ وعطیہ کی نسبت بندوں کی طرف کرنا اور یہ مراد لینا کہ اللہ عزوجل کی دی ہوئی طاقت وقدرت سے اللہ کے نیک بندے خلق خدا کی مرادیں پوری کرتے ہیں، جائز ودرست اور قرآن مجید سے ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔ **انـارسـول ربك لاهـب لك غلماً زكياً**. میں تیرے رب کا فرستادہ ہوں اس لیے آیا ہوں تا کہ تجھے صاف ستھرا لڑکا عطا کروں۔اس آیت کے تحت تفسیر نسفی میں ہے۔**بـــاذن الـلـــه تـعـالـیٰ اولأكـون سببـاً فـي هبة الـغـلام بالنفخ فی الـــــدرع**۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کے اذن سے،یا،تا کہ میں قمیص میں پھونک کر لڑکا دینے کا سبب بنوں)

مواہب الجلیل حاشیہ مدارک التنزیل میں ہے۔

وتـفـسيـر الـمـصنف باذن الله تعالیٰ اولأكون سببا دليل علیٰ ان العبد يقدرعلیٰ هبة الولد باذنهٖ تعالیٰ. تفسیر کی بڑی معتبر کتاب تفسیر رازی میں ہے۔**ان الهبة لـمـاجـرت علیٰ يده بان كان هوالذی نفخ فی جيبها بـامـرالـلـه تعالیٰ جعل نفسهٗ كانه هوالذی وهب لها واضـافة الـفـعل الیٰ ماهو سبب لهٗ مستعمل قال الله تعالیٰ فی الاصنام انهن اضللن كثيراً من الناس**. (الرازی ج:۱،ص:۲۵۸)

بیضاوی شریف ج۴،ص۱۴۱/ میں ہے **ای لأكـون سببا في هبته بالنفخ في الدرع**. تفسیر خازن ج۴ص۱۴۱/۳ میں ہے **اسـنـد الـفعل اليه وان كانت الهبة من الله تعالیٰ لانـــه ارسل بـه**. قرآن کریم کی آیت اور مذکورہ کتب تفاسیر کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ خلق خدا کی طرف ان امور کی نسبت جائز ودرست ہے۔ اور کوئی بھی مسلمان یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ جس بزرگ کے آستانہ پر ہم حاضر ہیں وہ اذنِ الٰہی کے بغیر اپنی طرف سے کوئی چیز عطا کرتے ہیں، اس لیے معترض کو اپنا ذہن ودماغ صاف کر لینا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔کتبہ

کتبہ فضل احمد مصباحی بنارس

قرآن کریم اور خدمت خلق

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور☆

عزیزان گرامی! ہم ایک اللہ کے بندے ہیں، ایک رسول کے امتی ہیں، ایک قرآن کے متبع ہیں، اور ایک قبلہ کے پابند ہیں، اس وحدت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم سب بھائی بھائی بن کر رہیں، باہمی تعاون کرتے رہیں، اور ایک دوسرے کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے رہیں، ارشاد باری ہے: **وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ** ۔ یعنی نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو، گناہ اور سرکشی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کرو۔

اس آیت مبارکہ میں باہمی تعاون کا حکم دیا گیا ہے، جب کہ دوسری آیات میں باہمی تعاون سے متعلق بیش قیمت نصائح اور ایمان افروز واقعات بیان کیے گیے ہیں، ساتھ ہی خدمت خلق کے دنیوی اور اخروی فوائد بھی بیان کیے گیے ہیں، ہم آج آپ کے سامنے خدمت خلق کے تعلق سے مختلف سورتوں کی متعدد آیتیں پیش کریں گے، اور خدمت خلق کے حوالے سے انبیاے کرام اور صالحین امت کے چشم کشا واقعات بھی بیان کریں گے، تا کہ ہم اس نفرت وعداوت کے ماحول میں اخوت و بھائی چارگی اور محبت وایثار کی جانب قدم بڑھائیں۔ اور اپنے معاشرہ میں خیر خواہی، ہمدردی اور باہمی تعاون کے جذبات کو فروغ دیں۔ اب آیئے قرآن کریم کی طرف چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس باب میں اللہ کی کتاب ہماری کیا رہنمائی کرتی ہے؟؟؟

مدد کرنا اللہ کی سنت ہے:

اللہ ہمارا معین ومددگار ہے، ہمارا ہر کام اسی کی مدد سے پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے، ایک انسان ہی نہیں بلکہ ساری کائنات اسی کے رحم وکرم پہ پلتی ہے، اور اسی کی نصرت وتائید کے بھروسے پہ زندگی گزارتی ہے، قرآن کریم کا بغور مطالعہ کیا جائے تو سینکڑوں مقامات پہ نصرت الہی اور تائید غیبی کا ذکر ملے گا، کہیں فرمایا: **یاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ**. اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو اللہ تمھاری مدد فرمایگا، اور تمھیں ثابت قدمی عطا فرمایگا۔ کہیں فرمایا: **وَ لَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ**. جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا اللہ اس کی ضرور مدد فرمائے گا۔ کہیں فرمایا: **اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَ اِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ** ۔ اگر اللہ تمھاری مدد فرمادے تو کوئی بھی تم پہ غالب نہیں آسکتا، اور اگر وہی تمھاری مدد نہ کرے تو پھر کون ہے جو تمھارا ساتھ دے، اور تمھاری مدد کرے۔ کہیں فرمایا: **وَ كَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ** ۔ ہم نے مسلمانوں کی مدد کو اپنے ذمہ کرم پر لازم کرلیا ہے۔ کہیں فرمایا: **اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ** ۔ ہم دنیا وآخرت میں اپنے رسولوں اور مومن بندوں کی مدد کریں گے۔

اس طرح قرآن پاک میں سیکڑوں مقامات پر اللہ کی مدد کا ذکر ہے۔ اور اللہ کی مدد اس قدر عام وتام ہے کہ ہر بندہ مصیبت میں اسی کو یاد کرتا ہے اور زبان حال سے یوں عرض کرتا ہے: **حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ**۔ اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہی بہترین کارساز

ہے، اللہ ہمارا والی ہے اور وہی ہمارا معین و مددگار ہے۔

''قرآنی آیات کی روشنی میں اللہ کی مدد'' ایک مستقل موضوع ہے جس پر کبھی تفصیلی گفتگو کروں گا، آج ان آیات کی روشنی میں صرف اتنا بتانا چاہوں گا کہ بندوں کی مدد کرنا، حاجت مندوں کے کام آنا، اور لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنا اللہ کی سنت ہے۔ لہٰذا اس سنت الٰہیہ کو اپناتے ہوئے ہمیں بھی دوسروں کی مدد کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا چاہیے۔ کچھ لوگ دوسروں کی مدد کو بوجھ سمجھتے ہیں، بسا اوقات تضییع اوقات سے تعبیر کرتے ہیں، حقیقت یہ ہے دوسروں کی مدد نہ بوجھ ہے نہ ہی تضییع اوقات، یہ تو ایک عظیم ترین سعادت ہے جو سب کو میسر نہیں ہوتی، صرف سعادت مندوں کو میسر ہوتی ہے۔

انبیاے کرام اور خدمت خلق:

انبیاے کرام، اور صالحین امت کی پاکیزہ زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات بندوں کی حاجت روائی، مظلوموں کی فریادرسی، یتیموں کی خبر گیری، بیواؤں کی دست گیری، مریضوں کی مزاج پرسی، اقربا نوازی، غربا پروری وغیرہ کو نہ صرف یہ کہ رضاے الٰہی کا ذریعہ سمجھتے تھے بلکہ انسانی زندگی کا ایک لازمی عنصر قرار دیتے تھے، یہی وجہ تھی کہ ان حضرات نے اپنی پوری زندگی خدمت خلق میں گزار دی، اور بلاتفریق مذہب وملت سب کی مدد کی، اور اخلاق، پیار، محبت اور خدمت خلق کی ایک نئی تاریخ رقم کر دی۔ آیئے خدمت خلق کے حوالے سے انبیاے کرام اور صالحین امت کے کچھ اہم واقعات سنتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور خدمت خلق:

(۱) اللہ عزوجل سورۃ القصص میں ارشاد فرماتا ہے: وَ لَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ وَ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ، فَجَآئَتْه اِحْداهما تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَك اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا فَلَمَّا جَآءَه وَ قَصَّ عَلَيه الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ، نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ.

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ مصر سے مدین کی طرف روانہ ہوئے تو دیکھا کہ وہاں کے لوگ ایک کنوئیں سے اپنے جانوروں کو سیراب کر رہے ہیں، ان سے کچھ دوری پر دو عورتیں اپنی بکریاں لیے کھڑی ہیں اور وہ انھیں آگے بڑھنے سے روک رہی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں عورتوں کو اس حال میں دیکھا تو پوچھا کہ تم اپنی بکریوں کو سیراب کیوں نہیں کرتیں، انھوں نے جواب دیا کہ جب تک یہ چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلاکر فارغ نہیں ہوجاتے ہم اپنی بکریوں کو سیراب نہیں کرتے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں کی مدد فرمائی، کنوئیں سے پانی نکال کر ان کے جانوروں کو سیراب کیا، پھر آپ ایک درخت کے سایے میں بیٹھ گیے، اور اپنے رب کے حضور دعا کی کہ اے اللہ! میں تیری جانب سے نازل ہونے والے ہر خیر کا محتاج ہوں، ادھر وہ عورتیں خلاف معمول قبل از وقت اپنے گھر پہنچ گئیں، تو حضرت شعیب علیہ الصلاۃ والسلام نے حقیقت حال دریافت کرنے کے بعد فرمایا کہ جاؤ اس خیر خواہ کو بلا لاؤ، تو آپ کی ایک بیٹی شرماتی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس آئی، اور کہنے لگی کہ آپ کو آپ کے حسن عمل کا صلہ دینے کے لیے والد گرامی نے یاد فرمایا ہے، حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام حضرت شعیب علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس تشریف لائے اور ان سے اپنا سارا واقعہ بیان کیا تو حضرت شعیب علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: گھبرانے کی ضرورت نہیں، آپ کو ظالموں سے نجات مل گئی۔

اس واقعہ پہ غور کیا جائے تو خدمت خلق کے حوالے سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱- ہم میں کوئی عظیم منصب پر فائز ہوجاے، یا نمایاں شخصیت کا مالک ہوجائے تو کسی کی مدد کرنے کو اپنی توہین نہ سمجھے، کیوں کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک جلیل القدر پیغمبر ہونے کے باوجود دو حاجت مند عورتوں کی مدد فرمائی، ان کے جانوروں کو سیراب فرمایا، اور اپنے مبارک عمل سے اس بات کو واضح فرمادیا کہ حاجت مندوں کی مدد کرنا کسی کی عظمت شان کے منافی نہیں۔

۲- ہم مدد کرنے سے جی چراتے ہیں، اور اگر ہم سے مدد طلب کی جاے؟ تب بھی ہم مدد کرنیکیلیے آمادہ نہیں ہوتے، جب کہ انبیا یکرام کا طرز عمل یہ ہوتا ہے کہ جب بھی ان سے مدد طلب کی جاتی ہے وہ فوراً مدد کرتے ہیں، اور اگر کوئی ان سے مدد نہ مانگ سکے تو وہ بذات خود حاجت مندوں سے ملاقات کرتے ہیں، ان کی حاجت معلوم کرکیان کی مدد فرماتے ہیں، اور ان کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں، ہمارا پیش کردہ واقعہ اس دعوے پر شاہد عدل ہے، کیوں کہ اس واقعہ میں یہ ہے آپ سے کسی نے مدد نہیں مانگی، آپ خود حاجت مندوں کے پاس تشریف لے گیے، ان سے پوچھا: مَا خَطْبُكُمَا؟ یعنی تمھاری پریشانی کیا ہے؟ حقیقت حال سے واقف ہونے کے بعد ان کی مدد فرمائی۔

۳- ہم میں کچھ ایسے افراد بھی ہیں جو صرف اپنے شناسائیوں کی مدد کرتے ہیں، صرف اپنے شہر کے باشندوں کی مدد کرتے ہیں، یا پھر ان کی مدد کرتے ہیں جن کے ساتھ پیشگی دوستانہ مراسم قائم ہوتے ہیں، یونہی بہت سے افراد صرف حضر میں مدد کرتے ہیں اور سفر میں کسی کی مدد کرتے ہوے کتراتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ سفر میں اپنے کام سے کام رکھا جاے اور بس، یہ ہمارا طرز عمل ہے، جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طرز عمل ہمارے مزاج ومنہاج سے یکسر مختلف ہے، کیوں کہ آپ کا طرز عمل اس بات کی دعوت دے رہا ہے جہاں اپنوں کی مدد کی جائے وہیں بیگانوں کی بھی مدد کی جاے، جہاں شناسائیوں کی مدد کی جاے وہیں اجنبیوں کی بھی مدد کی جاے، جیسے حضر میں مدد کی جاے ویسے ہی سفر میں بھی مدد کی جاے، اور یہ جذبہ اسی وقت پیدا ہوسکتا ہے جب ہماری سوچ یہ بن جاے: وَ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ یعنی ہم اپنے عمل کا صلہ بندوں سے نہیں بلکہ اللہ سے مانگتے ہیں، جو لوگ رضاے الٰہی کے طالب ہوتے ہیں وہ یہی سوچتے ہیں کہ کسی کی بھی مدد کی جاے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوجاے گی اسی لیے وہ بلا تفریق سب کی مدد کرتے ہیں۔ اور جن کا مقصد رضاے الٰہی نہیں ہوتا وہ صرف انھیں کی مدد کریں گے جن سے ان کے ذاتی مفادات وابستہ ہوتے ہیں۔

۴- اگر ہمیں مدد کے لیے بلایا جائے تو اولاً بمشکل تیار ہوتے ہیں، اور جب مدد کا وقت آتا ہے تو کسی طرح خانہ پری کرکے بری الذمہ ہوجانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے ہمیں اس بات کا درس ملتا ہے کہ خدمت خلق اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے، لہٰذا جب بھی کسی کی مدد کی جاے تو پورے خلوص وللّٰہیت کے ساتھ کی جاے، اور کامل طور پہ کی جائے، اس واقعہ پہ غور کیجیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کس خوش اسلوبی کے ساتھ مدد فرمائی۔

* دو بچیوں کی مدد کے لیے سخت گیر چرواہوں کے بیچ داخل ہوگیے اور پانی لاکر ان دونوں کی بکریوں کو سیراب کیا۔

* جس کنوئیں سے پانی نکالا اس کا منہ ایک ایسے بھاری پتھر بند تھا جسے اٹھانے اور رکھنے کے لیے دس طاقتور افراد کی ضرورت پیش آتی تھی، حضرت موسی علیہ السلام نے تن تنہا اس بھاری پتھر کو اٹھایا، اور پانی نکال کر جانوروں کو سیراب کیا۔

۵- حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کئی دنوں سے بھوکے تھے، آپ چاہتے تو پہلے اپنے کھانے کا انتظام کرتے پھر دوسروں مدد کی مدد کرتے، لیکن آپ کے اندر جہاں خدمت خلق کا جذبہ تھا وہی جذبہ ایثار بھی تھا، وہ بھی اتنا عظیم جذبہ ایثار کہ اپنی ذات پہ دوسروں کی پیاسی بکریوں کو ترجیح دی، پہلے انھیں سیراب کیا پھر خدا کی بارگاہ میں یوں عرض گزار ہوے: رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ اے اللہ! میں تیری جانب سے نازل ہونے والے ہر خیر کا محتاج ہوں۔

۶- خدمت خلق ایک ایسا مبارک عمل ہے جس کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں، جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ آپ نے پہلے دو حاجت مندوں کی مدد کی، پھر اپنے رب کے حضور حاضر ہوکر دعا کی، اور آپ نے جتنی دعائیں کیں سب قبول ہوئیں۔

۷- بہت سے حضرات فی سبیل اللہ خدمت کرتے ہوئے گھبراتے ہیں، کیوں کہ اس میں بظاہر کوئی مادی منفعت نظر نہیں آتی، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے، کیوں کہ جو لوگ خالصۃً لوجہ اللہ خدمت کرتے ہیں ان کو دنیا وآخرت دونوں جگہ اجر دیا جاتا ہے، حضرت موسیٰ یہ کا واقعہ ہماری تائید کے لیے کافی ہے، آپ نے رضائے الٰہی کے لیے مدد کی، اس کا آخرت میں ضرور اجر دیا جائے گا، اخروی اجر کے ساتھ ساتھ دنیا میں یہ اجر دیا گیا کہ حضرت شعیب نے آپ کو اپنے گھر کھانے پہ مدعو کیا، اور آپ کی قوت وامانت داری سے متاثر ہوکر آپ سے اپنی ایک بیٹی کا نکاح کردیا۔

اس واقعہ کو اور اس سے متعلقہ نکات کو سننے کے بعد آپ کو بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ خدمت خلق بہت ہی عظیم اور بابرکت کام ہے۔ لہٰذا جب بھی خدمت کا موقع ملے غنیمت جانیں، بلکہ خدمت خلق کے مواقع تلاش کر حاجت مندوں کی مدد کریں۔

ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: **قال من نفس عن مسلم كربة من كرب الدنيا نفّس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة، ومن يسر على معسر في الدنيا يسر الله عليه في الدنيا والآخرة، ومن ستر على مسلم في الدنيا ستر الله عليه في الدنيا والآخرة، والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه۔**

ترجمہ: جو کسی مسلمان کی ایک دنیوی پریشانی دور کردے اللہ اس کی آخرت کی ایک پریشانی دور فرمادے گا، اور جو کسی تنگ دست پر آسانی کرے اللہ اس پر دنیا وآخرت میں آسانی فرمائیگا، جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ دنیا وآخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائیگا، اور جو بندہ اپنے بھائی کی مدد میں مصروف ہوتا ہے اللہ کی مدد اس مددگار بندے ساتھ ہوتی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام اور خدمت خلق:

قرآن کریم نے سورۃ الکہف میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کی باہمی ملاقات، دریائی سفر، گاؤں کا دورہ اور دوران سفر پیش آنے والے دلچسپ واقعات بڑے واضح طور پہ بیان کیے ہیں، فرمایا: **فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا اَتَیَا عَلٰی قَرْیَۃٍ اسْتَطْعَمَا اَھْلَھَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْھُمَا فَوَجَدَا فِیْھَا جِدَاراً یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَہٗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْہِ اَجْرًا** یعنی دونوں حضرات چلتے رہے، یہاں تک کہ ایک گاؤں پہنچ کر وہاں کے باشندوں سے مہمان نوازی کا مطالبہ کیا تو ان لوگوں نے آپ حضرات کو مہمان بنانے سے انکار کردیا، آپ دونوں نے دیکھا کہ گاؤں کی ایک دیوار گرنے ہی والی ہے تو حضرت خضر نے وہ دیوار سیدھی کردی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر سے کہا کہ آپ چاہتے تو اس خدمت کا معاوضہ وصول کرلیتے!

اس واقعہ میں ہمارے لیے خدمت خلق کے حوالے سے

بہت سے مفید دروس ہیں:

۱- یہ واقعہ ہمیں ایثار وقربانی کی تعلیم دیتا ہے، یعنی اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو مقدم رکھا جائے، جیسا کہ حضرت خضر نے کیا، کہ آپ نے یہ دیوار اس وقت سیدھی کی جب آپ خود بھوکے تھے، آپ نے اپنے خورد ونوش کے انتظام سے زیادہ گرتی دیوار کو درست کرنا ضروری سمجھا، اور دوسروں کے کام کو اپنی ذات پر مقدم رکھا۔

۲- اس واقعہ سے یہ بھی سبق ملتا ہے ہم سب کی مدد کریں، یعنی ان کی بھی مدد کریں جو ہم سے مدد مانگتے ہیں اور ان کی بھی مدد کریں جو ہم سے تقاضا تو نہیں کرتے لیکن انھیں ہماری ضرورت ہوتی ہے، اس واقعہ پہ غور کیجیے حضرت خضر علیہ السلام نے بغیر کسی مطالبہ اور درخواست کے از خود دیوار سیدھی کردی، کیوں کہ آپ نے محسوس کرلیا تھا کہ اس بستی والوں کو آپ کی مدد کی ضرورت ہے تو آپ نے مدد فرمادی۔

۳- اس واقعہ سے ہمیں یہ بھی درس ملا کہ ہم مدد یا کسی بھی کار خیر کے سلسلے میں دوسروں کے تعاون کے منتظر نہ رہیں، اگر کوئی ہمارا ساتھ دے فبہا، ورنہ ہم سے جو بن پڑے کر گزریں، ہمارے پیش کردہ واقعہ پہ غور کیجیے حضرت خضر نے دیکھا کہ دیوار گر رہی ہے اور آپ دیوار کی حفاظت کرسکتے ہیں تو آپ نے تن تنہا دیوار درست کردی، اور اس سلسلے میں کسی سے مدد نہیں لی، حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی نہیں لی جو اس وقت آپ کے ہم سفر تھے۔

۴- اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بھی کام کا معاوضہ لینا جائز ودرست ہے، اور نہ لینا افضل ہے، کیوں کہ اگر خدمت کا معاوضہ ناجائز ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام معاوضہ کی بات ہی نہیں کرتے، اور اگر فی سبیل اللہ خدمت کی اہمیت نہ ہوتی تو شاید حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ پر عمل کر لیتے۔

۵- اس واقعہ میں ہمارے لیے سب سے اہم درس یہ ہے کہ اگر کسی کو ہماری مدد کی ضرورت ہو تو بلا تاخیر مدد کریں، اور یہ ہرگز نہ سوچیں کہ ہم اس شخص کی کیوں مدد کریں جس نے فلاں فلاں موقع پر ہماری مدد کرنے سے انکار کردیا، ہم اس شخص کی کیوں مدد کریں جس سے ہم نے مدد مانگی لیکن اسے ہماری بے کسی پر ذرا بھی رحم نہیں آیا۔ قربان جایئے حضرت خضر علیہ السلام کی کشادہ ظرفی اور دریا دلی پر، قربان جایئے حضرت خضر علیہ السلام کے جذبہ ایثار وقربانی پر! کہ آپ نے ابھی تھوڑی دیر پہلے بستی والوں سے ضیافت کا مطالبہ کیا، لیکن انھوں نے آپ کو مہمان بنانے سے انکار کردیا، اس بے مروتی اور بدخلقی کے باوجود آپ نے ان بستی والوں کی مدد کی، تن تنہا مدد کی، بغیر کسی درخواست کے مدد کی، اور جب مدد سے فارغ ہوگیے تو اس پر کوئی معاوضہ بھی نہیں لیا، اور کردار وعمل سے خدمت خلق کا حقیقی معنی ومفہوم صبح قیامت تک آنے والے انسانوں کے ذہن وفکر میں اتار دیا: لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ، لوگوں کو اسی طرح کرنا چاہیے، وَ فِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ اور ایسے ہی کاموں میں مقابلہ آرائی کرنا چاہیے۔

قوافی اور مضامیں اچھے اچھے ہیں ابھی باقی
مگر بس بھی کرو نوری نہ پڑھنا بار ہو جائے

بہر کیف ہماری ذکر کردہ آیات واحادیث سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا ہوگا کہ خدمت خلق اللہ جل شانہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے، اسی لیے انبیا، صحابہ اور صالحین نے ہمیشہ خلق خدا کی دست گیری فرمائی، مظلوموں کی دادرسی کی، اور بندگان خدا کے ساتھ اخلاق، پیار اور محبت کا مظاہرہ فرمایا۔

اللہ رب العزت ہمیں اپنے محبوب بندوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین، یارب العالمین۔

حبیب اللہ بیگ ازہری، مبائل نمبر 8174870365

واقعۂ معراج سائنس اور عقل کی روشنی میں

جاوید احمد عنبر مصباحی

اللہ رب العزت نے امت کے غم میں چور اور سراپا رنجور بنے اپنے محبوب محمد عربی ﷺ کو سفر معراج پہ بلایا۔ان نعمتوں سے نوازا جن کا تصور بھی مخلوق کی دسترس سے باہر ہے اور پھر معراج کے اس عظیم معجزے کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا۔ سفر معراج سے واپسی کے بعد نبی علیہ التحیۃ والثناء نے مکہ کے باشندوں کو اپنے سفر معراج کے متعلق بتایا تو کچھ بدنصیبوں نے غور وفکر کئے بغیر ہی ماننے سے انکار کر دیا، تو کچھ نے آپ کا امتحان لینے کی غرض سے آپ سے مسجد اقصیٰ کے متعلق سوالات کئے اور کچھ نے القدس کی طرف سے آتے اپنے قافلوں کے متعلق سوال کیا۔خدا وحدہ لاشریک لہ کے نبی صادق ﷺ نے ان کے سوالات کے صحیح اور اطمینان بخش جوابات دیدئے تو مکہ والے دنگ رہ گئے مگر عناد نے انہیں پھر بھی ایمان لانے سے روک دیا۔ وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف لپکے تاکہ انہیں ان کے محبوب ﷺ کے واقعۂ معراج کی تکذیب پہ آمادہ کر سکیں مگر ادھر سے جو جواب آیا اس نے انہیں ورطۂ حیرت میں مزید ڈبو دیا۔ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب تھا:

"صَدَق" (اگر محمد ﷺ نے ایسا کہا ہے تو) مجھے ان کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

واقعۂ معراج شریعت اسلامیہ کی نظر میں

واقعہ معراج کی خبر دیتے ہوئے اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ آیٰتِنَا" ہر طرح کے عیوب سے پاکی ہے اسے جو ذات رات کے ایک مختصر سے حصے میں اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے گیا۔ہم نے مسجد اقصی کے گرد و پیش کو برکتوں سے بھر دیا ہے"۔

(سورۃ الاسراء:۱)

اس آیت میں اللہ جل سبحانہ نے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ معراج کے صرف ایک حصے کا ذکر فرمایا اور لوگوں کو یہ خبر دی کہ اے منکرو! سنو یہ معراج میرے حکم سے ہوا ہے ۔رسول محتشم ﷺ کو معراج پہ بلانے والا میں ہی ہوں اسی لئے اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ معراج جسمانی نہیں بلکہ روحانی یا منامی (خواب میں) تھا۔مگر یہ بچند وجوہ غلط ہے:

(۱) اللہ رب العزت نے لفظ "عبد" ذکر فرمایا ہے ۔اور کلام عرب یا قرآن حکیم میں جہاں کہیں بھی کسی کے لئے دنیاوی زندگی میں لفظ "عبد" استعمال ہوا ہے وہاں صرف روح مراد نہیں ہے بلکہ روح مع جسم مراد ہے ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر لے جانے کا حکم دیا تو ارشاد فرمایا:

"وَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلاً" ۔"میرے بندوں کو راتوں رات

مصر سے نکال لے جاؤ‘‘۔(سورۃ طٰہٰ: ۷۷)

یہاں پر لفظ "عباد" سے یہودیوں کی ارواح مع الاجسام مراد ہیں۔صرف روحیں مراد نہیں ہے کہ ان کی روحوں کو نکال کر چوری چھپے رات کے کسی حصے میں بھاگ نکلو اوران کے خالی جسموں کو فرعون اور فرعونیوں کی غلامی کی خاطر چھوڑ آؤ۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْکَتَبْنَافِی الزَّبُوْرِاَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَاعِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ"۔ہم نے زبور میں یہ لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث ہماری بارگاہ میں جھکنے والوں میں سے نیک بندے ہوں گے‘‘۔(سورۃالانبیاء:۱۰۵)

اس مقام پہ بھی نیک بندوں کی ارواح مع الاجساد مراد ہیں۔صرف ان کی روحیں مراد نہیں ہیں۔

ایک دیگر مقام پہ ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُواالطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْھَاوَاَنَابُوااِلَی اللّٰہِ، لَھُمُ الْبُشْرٰی، فَبَشِّرْعِبَادِ"۔جنہوں نے شیطان کی عبادت سے انکار کیا اور خدا کی طرف لو لگائی انہیں کے لئے خوشخبری ہے،تو میرے بندوں کو (میری رضا اور جنت کی) خوش خبری سنا دیں‘‘۔ (سورۃ الزمر:۱۷)

یہاں بھی ’’عباد‘‘ سے صرف روحیں مراد نہیں ہیں بلکہ روح اور جسم دونوں مراد ہیں کہ جنت کی خوشی روح اور جسم دونوں کے لئے ہے کیوں کہ فردوس کی ٹھنڈی ہوائیں دونوں کو سرشار کریں گی۔

(۲)خالق ارض وسماء نے واقعہ معراج کے متعلق ارشاد فرمایا:

"وَمَاجَعَلْنَاالرُّوْیَۃَ الَّتِیْ اَرَیْنَاکَ اِلَّافِتْنَۃً لِلنَّاسِ"۔ (سورۃ بنی اسرائیل:۶۰) ’’ہم نے جو آپ کو دکھایا اسے نہ بنایا مگر لوگوں کے لئے فتنہ اور آزمائش (تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کون اس کی تصدیق کرتا ہے اور کون ہماری قدرت کو جھٹلاتا ہے‘‘۔)

خواب میں ہم اور آپ بھی محالات وناممکن واقعات کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔پلک جھپکنے سے بھی کم کی مدت میں ہم خود کو مکہ شریف کے اندر اور مدینہ طیبہ کی خاک کو آنکھوں سے لگاتے ہوئے دیکھتے ہیں۔پھر جب خواب سے بیدار ہوتے ہیں تو اپنے ماں باپ، دوستوں، رشتہ داروں، اساتذہ اور بھائی بہنوں سے سناتے ہیں مگر کوئی بھی ہم پر حکم کذب لگا کر ہماری شہادت کو مردود نہیں قرار دیتا ہے۔سب یہی سمجھتے ہیں کہ خواب میں ہر چیز ممکن ہے۔تو اسی طرح اگر یہ معراج صرف منامی اور خواب میں ہوتا تو اسے لوگوں کے لئے آزمائش کہنا کیوں کر صحیح ہوتا......؟؟

اور جن لوگوں نے واقعہ معراج کی تصدیق سے انکار کیا اور تکذیب پہ مصر رہے ان کی سرزنش کیسے درست ہو سکتی ؟؟

علاوہ ازیں جب سارا معاملہ ہی خواب کا ہے تو پھر کفار مکہ بیت المقدس اور اپنے قافلے کے متعلق نبی ﷺ سے سوال کر کے آپ ﷺ کا امتحان کیوں لے رہے تھے اور کیوں خدا نے حضور ﷺ کے سامنے بیت المقدس کو پیش کر کے ان کی پریشانی کو رفع کیا......؟؟

کفار ومشرکین کیوں ایک امر منامی کی تحقیق کے درپے تھے جب کہ ان کی عقل نارسا بھی یہ بات اچھی طرح جانتی تھی کہ خواب میں ناممکن سے ناممکن شیئ بھی وجود کا جامہ لئے حاضر نظر آتی ہے......؟؟ اور وہ کیوں اس خواب کو نبی ﷺ کی صداقت کے خلاف دلیل بنانا چاہ رہے تھے......؟؟

نزاع کے خاتمے کے لئے نبی ﷺ کا یا کفار مکہ کا صرف اتنا کہہ دینا ہی کافی تھا کہ یہ خواب کی باتیں ہیں۔

(۳)احادیث وسِیَر کی کتابوں میں صحابی رسول ﷺ حضرت ابو ہریرہ اورام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ شب اسراء کے واقعے کی اطلاع کے بعد روٴسائے قریش اور سرداران مکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور یوں گویا ہوئے:

اے قحافہ کے بیٹے !تمہارے دوست محمد (ﷺ) بالکل عجیب وغریب باتیں کررہے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے کل شب کی چند ساعتوں کے اندر بیت المقدس اور آسمانوں کی سیر کی ہے ۔بھلاتم ہی بتاؤ!کوئی انسان اتنی جلدی اور اتنے کم وقت میں اِس جہاں سے اُس جہاں کی مسافتوں کو کیسے طے کرسکتا ہے......؟

یہ سن کرابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: "اَوَ قَـــالَ كَذٰلِكَ" ؟ کیاانہوں نے ایسا کہا ہے......؟

جب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی تصدیق چاہی تو کفارخوش ہوگئے کہ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ محمد(ﷺ) نے ایسا کہا ہے تو شاید ابوبکر(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)محمد(ﷺ) کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اسی لئے انہوں نے فرطِ جوش سے سرشار ہوکر ہکلاتے ہوئے کہا:" نَــــعَــــمْ "۔ ہاں!ہاں!انہوں نے ایسا ہی کہا ہے۔

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشادفرمایا: "صَــدَقَ"۔ (اگر محمد ﷺ نے کہا ہے تو) سچ ہی کہا ہے۔

اسی وقت سے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب "صِدّیق" پڑ گیا۔(امام جلال الدین سیوطی: تاریخ الخلفاء)

اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو پھر نہ مشرکین مکہ کو پریشان ہونے کی ضرورت تھی اور نہ ہی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق کی یہ اہمیت ہوتی کہ آج سارے جہاں کے مسلمان ہر جمعہ کونماز سے قبل خطبے میں انہیں "صــــدیـــق" کے مبارک ومسعود لقب سے یاد کرتے۔

اورسب سے اہم نقطہ یہ ہے کہ اللہ تــعــالــیٰ نے واقعہ معراج کا آغاز اس طور پہ فرمایا کہ سب سے پہلے اپنی پاکی کا ذکر کیا اور ارشادفرمایا:"سُبۡحَــانَ الَّذِیۡ اَسۡرٰی"۔ (پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندے کو معراج کے لئے رات کے ایک مختصر سے حصے میں) تاکہ کل کو کسی عقل نارسا کو مجال انکار نہ ہوسکے ۔اگر کسی کی ناتمام عقل یہ کہہ کر معراج کو منامی یا صرف روحانی ثابت کرنے یا سرے سے انکار کرنے کی کوشش کرے کہ یہ بعید از عقل ہے کہ ایک انسان چند ساعتوں میں اتنی لمبی مسافتوں کو قطع کرلے۔عقل انسانی اس بات کی تصدیق نہیں کرتی کیوں کہ یہ ایک امر محال ہے۔تو اس سے یہ سوال کیا جائے کہ یہ محال کس کے لئے ہے......؟مخلوق کے لئے ......؟یاخالق کے لئے......؟؟

اگرکوئی مخلوق کے لئے محال مانتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں کیوں کہ اس عقیدے میں ہم بھی ان سے اتفاق کرتے ہیں۔ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ محمد عربی نے ﷺ بے اذنِ الٰہی محض اپنی طاقت وقوت سے سفر معراج نہیں فرمایا ہے۔اور اگر وہ یہ استحالہ ذات واجب الوجود کے لئے مانتے ہیں کہ وہ بھی اس بات پہ قادر نہیں ہے کہ کسی انسان کو پل بھر میں سینکڑوں سالوں کی مسافت طے کرا کے فرش سے عرش پہ پہونچا سکے تو ہم ان کے جواب میں قرآن حکیم کی صرف ایک آیت نقل کرکے خاموش ہوجائیں گے:

"کَیۡفَ تَـکۡـفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَكُنۡتُمۡ اَمۡوَاتاًفَاَحۡيَاكُمۡ ثُمَّ یُـمِیۡتُـكُمۡ ثُـمَّ یُـحۡيِيۡكُمۡ ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ"۔ تم کیسے اس بات کا اللہ کے لئے انکار کرتے ہو جب کہ تم کچھ نہ تھے پھر اس نے تمہیں جامۂ وجود بخشا،وہ تمہیں موت دے گا اور پھر دوبارہ زندہ فرمائے گا اور پھر تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤگے۔

(سورۃ البقرۃ:۲۸)

معراج جدید سائنس کی روشنی میں

جدید سائنس کی تحقیق کے مطابق دنیا کی سب سے تیز رفتار چیز بجلی ہے۔اسکی رفتار 1,86,000 (ایک لاکھ چھیاسی میل یعنی 2,99,338.55835 کلومیٹر) فی سیکنڈ ہے۔کلام عرب میں بجلی کو بَرْقٌ کہتے ہیں اور اسی سے لفظ بُراق بھی آتا ہے جس کی رفتار کے متعلق حضور فخر موجودات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا اگلا قدم منتہائے نظر پہ پڑتا تھا مگر یہ بھی تفہیم کی صرف ایک تمثیل ہے ورنہ خدا کی مخلوق براق کی رفتار انسان کی ایجاد کردہ برق کی رفتار (299338.55835 کلومیٹر فی سیکنڈ) سے کہیں زیادہ ہے۔ایسی صورت میں اگر آپ حساب لگائیں تو برق (بجلی) کے لئے مکہ شریف سے بیت المقدس کا سفر سیکنڈ کے ۱۰۰ رویں حصے سے بھی کم مدت کا خواہاں ہے تو پھر براق سے اس بھی کم وقت میں وہ سفر طے ہوجائے گا۔اسی طرح آپ حساب لگاتے جائیں تو سفر معراج اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ میں نے شب کی چند ساعتوں میں بیت المقدس، آسمانوں اور عرش بریں سے بھی زیادہ کی سیر کی ہے، جدید سائنس کے عین مطابق ہے اور اس زمانے میں بسنے والے صحیح الحواس افراد کی عقلوں کے قرین قیاس ہے۔اور کم از کم آج سائنس کے ترقی کے دور میں تو کسی ہوشمند کے لئے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے۔

اور تسخیر خلا و ماہتاب نے فلسفیوں کے اس باطل نظریے کے غبارے سے بھی ہوا نکال کر رکھ دی ہے کہ آسمان خرق والتیام کو قبول نہیں کرتا ہے۔اب جب کہ سائنسی پیش رفت نے یہ ثابت کردیا ہے کہ آدم کی اولاد کے لئے زمین کی پستی سے نکل کر آسمانوں اور قمر کی سیر کرنا ناممکن نہیں رہ گیا ہے بلکہ یہ ایک امر ممکن کے طور پہ ثابت اور واقع ہو چکا ہے تو پھر فلسفہ کے باطل نظریات کو دلیل ٹھہرانا بھی درست نہیں رہا۔

مزید برآں اگر فلسفہ کے باطل نظریات کو ایک لمحے کے لئے درست تسلیم کر لیں تو بھی واقعہ معراج کی تکذیب کی راہ نہیں ہے کیوں کہ اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بدونِ اذن الٰہی محض اپنی قوتِ ذاتی سے معراج کا ادعا فرماتے تو عقل کے ٹھہر جانے کا احتمال بھی ہوتا مگر یہاں تو معراج کی نسبت اللہ عزوجل نے خود اپنی طرف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً"۔ ''پاک ہے وہ ذات جو لے گیا راتوں رات اپنے بندے کو''۔

اور جس ذات باری نے محمد عربی فداہ ابی وامی ﷺ کو معراج کے لئے بلایا اس کی شان یہ ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ"۔ ''بے شک اللہ ہر چیز پہ قادر ہے'' (سورۃ البقرۃ:۲۰)

جو ذات سبحانہ آتش کدۂ نمرود کو گلستاں بنانے پہ قادر ہے اور جس کے ایک حکم "یَانَارُکُوْنِیْ بَرْدًا وَسَلَامًا"۔ (اے آگ! ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجا) سے آگ اپنی فطرت جلانا ہی بھول گئی۔جو خدا اس بات پہ قادر ہے کہ مردے (انڈے) سے زندہ (مرغا) کو پیدا کرے۔جو ذات وحدہ لاشریک "کُنْ" کی کنجی سے بشمولِ آسمان سارے جہاں کو وجود بخشنے اور فنا کرنے پہ قادر ہے کیا وہ اس بات پہ قادر نہیں ہے کہ آسمان میں شگاف ڈال کر اپنے محبوب کو راہ دے سکے۔یا بغیر کسی سوراخ کے اپنے محبوب کو عرش بریں کی راہ دکھا سکے......؟؟

واقعہ معراج عقل سلیم کی نظر میں

عقل سلیم بھی واقعہ معراج کی تصدیق کرتی ہے:

(۱) نبی ﷺ نے مکہ کے اندر چالیس سال گذار دئے اور جب ان سے اپنی صداقت کے متعلق سوال کیا تو تمام اہل مکہ نے بہ یک زبان یہی کہا:..................... (باقی صفحہ ۱۱ پر)

(دوسری قسط)

رویت باری دلائل کی روشنی میں

سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی

اب اثباتِ رؤیت کا قول کرنے والوں کے دلائل ملاحظہ فرمائیں!

(۱) اللہ رب العزت فرماتا ہے:

"**ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ**"

ترجمہ: پھر قریب ہوا اور قریب ہوا یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ (نجم: ۷۔۸)

ان آیات کی ضمیروں کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے، بعض مفسرین نے کہا کہ یہ ضمیریں حضرت جبریل علیہ السلام کی جانب راجع ہیں اور آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ "حضرت جبریل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے پھر اور قریب ہوئے"، اور بعض نے ان ضمیروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب لوٹایا ہے اور آیت کا معنیٰ یہ بتایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جبریل امین کے قریب ہوئے پھر اور قریب ہوئے"، اور بعض نے یہ ضمیریں اللہ رب العزت کی جانب لوٹائی ہیں اور آیت کا معنیٰ یہ بتایا کہ "اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب ہوا پھر اور قریب ہوا"، حضرت عبد اللہ ابن عباس، کعب احبار اور دیگر صحابہ اور کبارِ تابعین و تبع تابعین اور اکثر علما رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کے نزدیک یہی معنی راجح ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث اور دیگر روایتوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جیسا عن قریب آئیگا۔

جو حضرات سورۂ نجم کی ان آیتوں کی ضمیریں حضرت جبریل علیہ السلام کی جانب لوٹاتے ہیں اور حدیث سے استدلال کرتے ہیں، انہیں جواب دیتے ہوئے حضرت امامِ رازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"**فان قیل: الاحادیث تدل علیٰ خلافِ ما ذکرته حیث ورد فی الاخبار ان جبریل علیه الصلوٰة والسلام أری النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نفسه علیٰ صورته فسد المشرق، فنقول نحن ما قلنا انه لم یکن و لیس فی الحدیث ان الله تعالیٰ اراد بهٰذه الآیة تلک الحکایة حتی یلزم مخالفة الحدیث، و انما نقول ان جبریل أریٰ النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نفسه مرتین و بسط جناحیه و قد ستر الجانب الشرقی و سده لکن الآیة لم ترد لبیان ذٰلک**"

ترجمہ: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے ان آیتوں میں ضمیروں کو اللہ تعالیٰ کی جانب لوٹا کر جو یہ ترجمہ کیا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کا دیدار کیا تو یہ حدیث کے خلاف ہے، کیوں کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی ذات دکھائی اور مشرق کو بھر لیا، اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہم نے یہ نہیں کہا کہ ایسا نہیں ہوا، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ اللہ رب العزت نے اس آیت سے اسی واقعہ کی حکایت کا ارادہ کیا ہے حتی

کہ حدیث کی مخالفت لازم آئے ، ہم تو صرف اتنا کہتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ رعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی اصلی صورت دومرتبہ دکھلائی اور اپنے دونوں پروں کو پھیلا کر جانبِ شرقی کو بھرلیا، لیکن سورۂ نجم کی یہ آیتیں اس واقعہ کو بیان کرنے کے لئے نہیں نازل ہوئیں۔ (التفسیر الکبیر للامام الرازی ج ۱۴ص: ۲۸۷۔مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مصطفیٰ احمد الباز)

مفسر قرآن وشارح بخاری ومسلم حضرت علامہ غلام رسول صاحب قبلہ سعیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہت ہی عمدہ بات کہی ہے،فرماتے ہیں:

''جوعلما سورۂ نجم کی ضمیریں جبریل کی طرف راجع کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ اس رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو بار حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دیکھا، ان کی خدمت میں یہ معروض ہے کہ اگر سورۂ نجم کی ان آیات میں حضور کی حضرت جبریل سے ملاقات کا ذکر ہوتا تو یہ رسولِ بشر کی رسولِ ملک سے ملاقات کا ذکر ہوتا اور ایک بندہ کی دوسرے بندہ سے ملاقات کا ذکر ہوتا ، اس ملاقات کو اس قدر اہتمام،اتنی تفصیل اوراس کیف انگیز اسلوب سے بیان کرنے کی مطلقاً حاجت نہ تھی اس ملاقات کے ذکر کے لئے صرف ایک آیت ہی کافی تھی ، یہ انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ یہاں عبدِ کامل کی اپنے معبودِ برحق سے ملاقات کا ذکر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت جبریل سے ملاقات بھی بڑے فوائد کی حامل سہی ، لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے باعث ہزار سعادت اور وجہِ فضیلت اللہ عزوجل سے ملاقات اور اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ،آپ کی خصوصیت اور فضیلت اس میں نہیں کہ '' **ثم دنا فتدلی اور فکان قاب قوسین او ادنیٰ**،، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبریل سے قریب ہونا مراد لیا جائے ، آپ کے لئے باعثِ فخر اور موجبِ فضیلت یہ چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آپ سے قریب ہونا بیان کیا جائے کہ اس رات اللہ تعالیٰ آپ کے اس قدر نزدیک ہوا اور آپ کو وہ قرب عطا فرمایا جو آپ کے سوا کائنات میں کسی اور کو نصیب نہیں ہوا،،

(شرح مسلم للسعیدی ج ۱ص: ۶۹۸)

(۲) حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سفر معراج کی طویل حدیث روایت کی ہے جس میں ہے:

'' **حتی جاء سدرۃ المنتھی و دنا الجبار رب العزۃ فتدلی حتی کان منه قاب قوسین او ادنیٰ** ''

(صحیح البخاری ج ۲صفحہ: ۱۱۲۰)

ترجمہ: حتی کہ سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سدرۃ المنتھی پر آئے اور جبار رب العزت آپ سے قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا حتی کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک۔

(۳) حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: '' **عن عبدالله بن شفیق قال :قلت لابی ذر : لو رأیت رسول الله ﷺ لسئلته فقال عن ای شئی؟ قال: کنت اسئله هل رأیت ربک؟ قال ابو ذر: سئلت فقال: رأیت نورا**،، (الصحیح لمسلم ج ۱ص: ۹۹)

ترجمہ: عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر غفاری سے کہا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتا تو ضرور پوچھتا۔انہوں نے کہا کہ کیا پوچھتے میں نے کہا کہ میں یہ پوچھتا کہ کیا آپ نے اپنے رب کا دیدار کیا تو ابوذر نے کہا کہ میں نے یہ سوال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ وہ نور ہی نور تھا۔

(۴) حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں:

" عن عكرمة عن ابن عباس قال رسول الله ﷺ رأيت ربى تبارك وتعالى " (مسند الامام احمد بن حنبل ج ۱ص:۲۹۰)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب تبارک وتعالی کا دیدار کیا۔

(۵) حضرت قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

" ذكر ابن اسحاق ان ابن عمر ارسل الى ابن عباس رضى الله عنهما يسئله هل راىٰ محمد ربه فقال نعم "

(الشفاء بتعریفِ حقوق المصطفیٰ ج ۱ص:۳۸٦)

ترجمہ: ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عمر نے حضرت ابن عباس کے پاس یہ سوال کرنے کے لئے ایک آدمی بھیجا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ انہوں نے جواب دیا، ہاں۔

حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

"أنا اقول بحديث ابن عباس بعينه رأى ربه رأه رأه حتى انقطع نفسه،،

(الشفاء بتعریفِ حقوق المصطفیٰ ج ۱ص:۳۸۰)

ترجمہ: میں حضرت ابن عباس والی حدیث کی روشنی میں کہتا ہوں کہ حضور نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ حضرت امام احمد اس کی تکرار کرتے ہی رہے یہاں تک کہ آپ کی سانس ٹوٹ گئی۔

(٦) حضرت امام ترمزی رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں:

"عن ابن عباس فى قول الله تعالىٰ ولقد رآه نزلة اخرىٰ عند سدرة المنتهىٰ فاوحىٰ الىٰ عبده ما اوحىٰ فكان قاب قوسين او ادنىٰ ، قال ابن عبا سقا رآه النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ، هٰذا حديث حسن،،

(الجامع للترمزی ص:۲ ۴۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے ان آیتوں کی تفسیر میں فرمایا: بے شک انہوں نے اسے دوسری بار سدرۃ المنتھی کے پاس دیکھا تو اللہ نے اپنے خاص بندہ کے جانب وہ وحی نازل کی جو نازل کی، پھر وہ دو کمانوں کی مقدار نزدیک ہوا یا اس سے زیادہ۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے فرمیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے۔

اعتراض: احادیث سے ثابت ہے کہ شبِ معراج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کے قریب ہوئے اور خدا آپ سے قریب ہوا قریب وبعید ہونا اجسام کے خواص میں سے ہے۔ اس سے تو معاذ اللہ رب تعالیٰ کا مجسّم ہونا ثابت ہو رہا ہے اور یہ مفضی الی الامکان ہے **فيتطرق اليه الحدوث وهو مبطل الألوهية.**

جواب: مایۂ ناز محدث حضرت علامہ غلام رسول صاحب قبلہ سعیدی مُدَّ ظلہ العالی حضرت قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

" قرآن مجید اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو قرب کا اسناد کیا گیا ہے یا اسکے قریب ہونے کا معنیٰ بیان کیا گیا ہے یہ مکان اور نہایت کا قرب نہیں جیسا کہ ہم نے امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ قرب کی کوئی حد نہیں ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اللہ کے نزدیک ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے عظیم مرتبہ اور مقام کو ظاہر کیا اور آپکی معرفت کے انوار کو چمکایا اور اللہ تعالیٰ نے آپکو اپنے غیب اور اپنی قدرت کے اسرار کا مشاہدہ کرایا.................. (باقی صفحہ ۴۴ پر)

تعلیمی مسائل

دینی وعصری علوم میں تفریق کب ہوئی؟

مولانا طارق انور مصباحی (کیرلا)

سرور دوجہاں علیہ الصلاۃ والسلام معلم کائنات کے تاج زرنگار سے مرصع ہوکر جلوہ گر ہوئے، رب تعالیٰ نے ارشادفرمایا: ''وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ'' (سورہ بقرہ-۱۲۹)

(۱) کلام الٰہی میں ''کتاب'' سے مراد قرآن مقدس ہے-اور''حکمت'' کے مفہوم میں بہت وسعت ہے-حضرت عالم ماکان وما یکون صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عالم کودین وشریعت اور معرفت الٰہیہ کی تعلیم کے علاوہ صنعت وحرفت،تجارت ومعیشت، تاریخ وجغرافیہ، اخلاق وکردار،فن حرب وضرب،سیاسیات وسماجیات اور بے شمار علوم کی تعلیم وتربیت فرمائی-کتبِ احادیث میں ان تمام علوم وفنون سے متعلق احادیث مبارکہ موجود ہیں-نہ صرف اپنے عہد کے علوم عصریہ کی تعلیم دی-بلکہ مستقبل میں وجود پذیر علوم عصریہ کے رہنما اشارات اوراصول وضوابط بھی قرآن مقدس اوراحادیث طیبہ میں موجود ہیں-جن کی تفصیل کیلئے ایک دفتر عظیم درکار ہے-عصری ایجادات اور سائنسی اکتشافات سے متعلق آیات قرآنیہ اوراحادیث نبویہ متعدد کتب ورسائل میں جمع کی گئی ہیں-اوران کی تفسیر وتشریح بھی کی رقم کی گئی ہیں۔

علامہ عزبن عبدالسلام شافعی دمشقی (۵۷۷ھ-۶۶۰ھ) نے لکھا-''**الحكمة العلم بما فى تلك الكتب اوجميع ما يحتاج اليه فى دينه ودنياه**'' (تفسیر عزبن عبدالسلام ج اص ۲۸۷-دارابن حزم بیروت)

(ترجمہ) حکمت ان امور کاعلم ہے جوان (آسمانی) کتابوں میں ہے-یادین ودنیا کی تمام ضرورت کی چیزوں کاعلم ہے۔

(۲) اسلام وہ مذہب ہے،جس کے پیغمبر علیہ السلام کے پاس رب تعالیٰ کی جانب سے پہلی وحی تعلیم وتعلم سے متعلق آئی-اوراس پیغام اول میں قلم وکتابت کاذکر ہوا۔

رب تعالیٰ نے ارشادفرمایا﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ-خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ-اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الَّذِىْ اَكْرَمُ-الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ-عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ﴾ (سورہ اقرأ-۱تا۵)

(ترجمہ) پڑھواپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا-آدمی کوخون کی پھٹک سے بنایا-پڑھواورتمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم-جس نے قلم سے لکھنا سکھایا-آدمی کوسکھایا جونہ جانتا تھا۔ (کنزالایمان)

(۳) اسلام وہ مذہب ہے جس مذہب کے نبی ورسول علیہ السلام کواللہ تعالیٰ نے تعلیم وتعلم کیلئے مبعوث فرمایا-رب تعالیٰ نے ارشادفرمایا﴿هُوَالَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (سورہ جمعہ-۲)

(ترجمہ) وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پراس کی آیتیں پڑھتے ہیں اورانہیں پاک کرتے ہیں اورانہیں کتاب اورحکمت کاعلم عطا فرماتے ہیں اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔ (کنزالایمان)

ایسا مذہب جس میں پیغام اول تعلیم وتعلم سے متعلق ہو-اوروہ مذہب جس کے پیغمبر علیہ السلام کوتعلیم وتعلم کے لیے بھیجا

گیا ہو۔ وہ مذہب فائدہ بخش علوم کی تعلیم وتربیت سے کیونکر منع کر سکتا ہے-ہاں، جوعلوم وفنون دنیا یا آخرت کیلئے مضر ہوں-ان کیلئے ضرور حکم ممانعت جاری ہوگا -فقہ وفتاویٰ کی کتابوں میں تفاصیل موجود ہیں۔

جب تک علوم وفنون پر مسلمانوں کی بالا دستی قائم رہی-تب تک مذہبی وغیر مذہبی علوم میں تفریق نہ تھی- بلکہ ارباب ذوق مختلف قسم کے دینی وعصری علوم اپنے شوق وذوق کے مطابق حاصل کرتے-اندلس میں مسلمانوں نے اعلیٰ تعلیمگاہیں قائم کیں- جہاں یورپ کے یہود ونصاریٰ بھی علوم وفنون کی تحصیل کیلئے آتے- پھر سقوط اندلس کے بعد جب اہل یورپ اور مغربی ممالک نے مسلمانوں کے علمی ذخائر پر قبضہ کرلیا-اور اندلس کی لائبریریوں سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں اٹھا کر یورپ لے گئے اور جہالت ولاعلمی کی تاریکیوں سے نکل علم ودانش کے اجالے میں آئے-توانہوں نے رفتہ رفتہ مذہبی علوم کوارباب کلیسا کے ساتھ خاص کردیا-اور دیگر مادی علوم کی ترویج واشاعت کیلئے مستقل تعلیم گاہوں اوردانش کدوں کووجود بخشا- پھر جب برطانیہ دنیا کے مختلف ملکوں پر قابض ہواتو ساری دنیا میں یہی طریقہ کار رائج ہوا-اورتعلیم وتعلم کیلئے دوقسم کی درسگاہیں وجود میں آگئیں-بعض تعلیم گاہوں میں صرف مذہبی تعلیم کا نظم ہوتا -جبکہ بعض تعلیمگاہوں میں صرف عصری علوم سے طلباءکوآراستہ کیا جاتا- نیز ادوار مابعد میں مذہبی علوم کے حاملین مذہبی امور تک محدود ہوکر رہ گئے-اور انہوں نے اسی میدان میں ذرائع معاش کی شکلیں پیدا کرلیں- حالانکہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کسب معاش کیلئے مختلف ذرائع واسباب کواختیار فرماتے رہے تھے-اس مضمون میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علوم عصریہ سے واقف وآشنا ہونے اور مختلف ذرائع معاش سے وابستگی کا تذکرہ مرقوم ہوگا-تاکہ عہد حاضر میں اسی کے موافق رہنما خطوط کاتعین کیا جاسکے- وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

آج علم وفن اس قوم کے گرد وپیش گردش کناں ہیں،جن کے اسلاف علم وتحقیق کے دشمن تھے- اورجنہوں نے مسلمانوں سے علوم وفنون سیکھے-جبکہ قوم مسلم خصوصاً رہنمایان قوم مذہبی علم و تحقیق تک محدود رہ گئے-علوم عصریہ کی جانب فکروتدبر کی جنبش قوت وتوانائی کے ساتھ نہ ہوسکی -جس کے سبب ہم آج بھی اغیار سے کئی صدی پیچھے رہ گئے ہیں-اور یہ صورت حال تبلیغ اسلام وفروغ دین ومسلک کیلئے بھی مضر ہے-خود یہ تحقیق وتدقیق کا ایک اہم موضوع ہے -جس پر مبسوط مقالہ جات وطویل مضامین رقم کئے جاسکتے ہیں- بلکہ دانشوروں سے عرض ہے کہ اسلام وسنیت کے مصالح ومفاسد سے متعلق اپنی قلمی وعلمی توانائیوں کو بروئے کار لائیں تاکہ مستقبل کی صحیح تزئین وآرائش کی جاسکے-اورآپ کی تحریری کاوشیں قوم کیلئے مینارۂ نوراورقومی فلاح عامہ کیلئے خضرراہ بن جائیں۔

اہل یورپ نے ہم سے علم وفن سیکھا

(۱)مسٹر جون ڈیون پورٹ(John Davenport) (۱۷۸۹ء-۱۸۷۷ء) نے لکھا کہ دسویں صدی عیسوی تک یورپ جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا- پھر اندلس کے ذریعہ علم کی روشنی اہل یورپ تک پہنچی۔(An apology for Mohammed and the kuran)

(۲)ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا-’’قرون وسطیٰ کے یورپ میں نہ کوئی درسگاہ تھی،نہ معلم ،نہ مصنف-جب مسلمان اسپین ،فرانس اورسسلی میں پہونچے توانہوں نے نہ صرف اسکول اور کالج کھولے- بلکہ یونیورسٹیاں قائم کیں-جن میں دنیا کے ہرحصے سے طلبہ حصول علم کیلئے آتے تھے-ساتھ ہی دارالکتب قائم کئے-جن میں یونان،ایران،روم،ہنداورعرب کی لاکھوں کتابیں جمع کیں-نسل انسان پہ اس سے بڑا ستم اورکیا ہوسکتا ہے کہ جاہل

اور وحشی عیسائی بادشاہوں اور پادریوں نے اس زمانے میں کہ اہل علم وقلم کا شدید قحط تھا، ساٹھ لاکھ سے زیادہ کتابیں جلا ڈالیں۔ سات لاکھ اسکندریہ میں، پندرہ لاکھ اسپین میں، تیس لاکھ طرابلس میں، تین لاکھ سسلی میں- اور کئی لاکھ قسطنطنیہ، ایشیائے خورد فلسطین، دمشق اور یورپ کے مختلف حصوں میں- اگر کوئی کسر باقی رہ گئی تھی تو وہ تیرہویں صدی میں تاتاریوں نے پوری کردی- انھوں نے بغداد، کوفہ، بصرہ، حلب، دمشق نیشاپور خراسان، خوارزم اور شیراز کی سینکڑوں لائبریریاں جن میں کتب کی مجموعی تعداد تین کروڑ سے زیادہ تھی بھسم کرڈالیں- بے شمار علماء مارڈالے- مدارس جلادیئے- اور مسلمان جو ساری دنیا کو تجلی علم سے منور کر رہا تھا، جاہل ہوکر رہ گیا- یہ ساٹھ لاکھ کتابیں تو وہ ہیں، جن کا ذکر تاریخ میں آ گیا- نہ جانے، ان تباہ شدہ کتابوں کی تعداد کیا ہوگی جو مؤرخ کے علم میں نہیں آئیں- یورپ میں طاقت دو گروہوں کے پاس تھی- بادشاہ اور پادری- اور یہ دونوں علم کے دشمن تھے''۔(یورپ پر اسلام کے احسانات ص۹۷،۹۸)

ہند میں مذہبی وعصری علوم میں تفریق کا بانی کون؟

۱۸۳۴ء میں مسٹر میکالے گورنر جنرل کی کونسل کا نیا قانون ساز ممبر بن کر برطانیہ سے ہندوستان آیا- وہ ہندوستان میں تعلیمی کونسل کا صدر مقرر ہوا- اس نے اسکولوں میں انگریزی تعلیم کی حمایت کی- درحقیقت اہل ہند کو انگریزوں کا فکری غلام بنانے کی یہ ایک تحریک تھی- مسٹر میکالے نے ہندوستان سے واپسی پر برطانیہ میں اپنے بیان میں کہا۔

''معزز اراکین پارلیمان! میں نے ہندوستان کے طول وعرض میں بار بار سفر کیا ہے- دنوں اور راتوں میں گھوما اور پھرا ہوں- میری آنکھیں آج تک ایسے شخص کو دیکھنے کے لئے ترستی ہیں جو یہاں بھکاری ہو- یا جو لٹیرا ہو- اس ملک میں ایسی دولت دیکھی ہے- ایسی بلند اخلاقی قدریں دیکھی ہیں- اور اتنی بڑی ہستیوں سے ملا ہوں کہ مجھے پختہ یقین ہوگیا ہے کہ ہم کبھی اس ملک کو فتح نہیں کرسکیں گے- جب تک کہ اس قوم کی ریڑھ کی ہڈی نہ توڑ دیں- اس قوم کی ریڑھ کی ہڈی کیا ہے؟ ان کا روحانی اور تہذیبی ورثہ- یہی وجہ ہے کہ میں بآواز بلند تجویز پیش کرتا ہوں کہ ہم ان کا نظام تعلیم اور ان کی ثقافت کو بدل کررکھ دیں گے- دیکھنے میں خواہ یہ لوگ گندمی یا سانولی رنگت رکھتے ہوں- لیکن ان کے سینوں میں سفید فام انگریز کا دل دھڑکتا ہو- اگر ہم انہیں یہ یقین دلا سکیں کہ ہروہ چیز جو غیر ملکی اور ہروہ چیز جو انگریزی ہے- وہ ان کی چیزوں سے بہتر ہے- تو ہندوستانی بہت جلد اپنی نظروں میں گرجائیں گے- اور اپنے قدیم کلچر کو چھوڑ دیں گے- میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس طرح جلد ایسا وقت آجائے گا - اور وہ ایسے بن جائیں گے، جیسے ہم چاہتے ہیں- وہ ''براؤن صاحب'' کہلانے میں فخر محسوس کریں گے- اور اس طرح وہ صحیح معنوں میں ہماری مفتوحہ اور باج گزار قوم بن کر زندگی کے دن پورے کرنے لگیں گے''۔(تختہ دار کے سائے تلے ص۲۶۱،۲۶۲- از جاوید ہاشمی لیڈر مسلم لیگ پاکستان)

مسٹر میکالے کی سفارش پر ہندوستان میں سیکولر اسکولوں کی بنیاد ڈالی گئی- نصاب تعلیم سے دینی مضامین کو خارج کردیا گیا- ابتدائی عہد میں قوم مسلم انگریزی حکومت کی جانب سے قائم ہونے والے ماڈرن اسکولوں کی جانب متوجہ نہ ہوئی- پھر جب صرف جدید تعلیم یافتگان کو حکومتی عہدہ جات ومناصب تفویض ہونے لگے تو عوام وخواص رفتہ رفتہ اسلامی تعلیم گاہوں کو ترک کرکے جدید اسکولوں کی طرف دوڑ پڑے- اور اسلامی تعلیمات سے نا آشنا ہوتے گئے- اور اسکولوں کا یہی سسٹم آج تک رائج ونافذ ہے- اب مسلمانوں کیلئے لازم ہے کہ ایسی تعلیم گاہیں قائم کریں کہ نسل جدید مذہبی وعصری ہر دو نوع کی تعلیم سے آراستہ ہو کر دنیا وآخرت کی نعمتوں سے سرفراز ہوسکے۔

سال ۲۰۰۹ء سے کیرلا کے سنی مسلمانوں نے بھی ''سنی جمیعۃ العلماء'' (سمستھا کیرلا) کے زیرنگرانی اسی قسم کا نصاب ونظام تیار کیا ہے- تادم تحریر ساٹھ کالجوں میں اس نصاب تعلیم کے مطابق تعلیمی خدمات جاری ہیں- کیرلا میں اس طرح کے کالجز ''دعوہ کالج'' کے نام سے متعارف ہیں- چونکہ ان کالجوں میں ذریعہ تعلیم ''ملیالم زبان'' ہے- اس لئے اردو طلباء کیلئے گنجائش نہیں- پھر یہ کہ ہندوستان بھر کے طلباء کیلئے کسی ایک ریاست میں انتظام وانصرام بھی بہت مشکل ہے- ہاں، ہم ان کے طریقہ کار کو اخذ کرسکتے ہیں۔

ہمارے سامنے دو مقاصد ہیں (۱) مقصد اول یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کے طلبا کو عصری علوم سے آراستہ کیا جائے- مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں چار پانچ اسکولی مضامین مثلاً (۱) انگلش (۲) حساب (۳) سوشل سائنس (۴) سائنس اور اسی طرح جغرافیہ/ ہسٹری/ ہندی وغیرہ شامل کئے جائیں- طلبا کیلئے ایس ایس ایل سی/ میٹرک اور یو پی/ انٹرمیڈیٹ کے امتحانات کا نظم کیا جائے- تاکہ مدارس اسلامیہ کے فارغین، مساجد ومدارس کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی تبلیغ دین وسنیت کی خدمت سرانجام دے سکیں- انہیں مختلف شعبہ جات میں معاش کے مواقع فراہم ہوں تاکہ ان شعبہ جات سے منسلک افراد تک آسانی کے ساتھ سنیت کا پیغام پہونچایا جاسکے- اہل سنت وجماعت سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ ہو- فارغین معاشی بدحالی کے شکار نہ ہوں- اور دینی تعلیم برائے تحفظ عقائد و برائے تعلیم شریعت ہو- نہ کہ برائے حصول معیشت- ہندوستان میں ہر سال بیس ہزار سے زائد علماء وحفاظ فارغ ہوتے ہیں- جبکہ مساجد ومدارس محدود ہیں- لامحالہ عہد حاضر میں فارغین مدارس بے روزگاری کے شکار ہوں گے- ایسی صورت حال میں لوگ اپنے بچوں کو مدارس کی تعلیم سے منقطع کردیں گے- بلکہ ارباب ثروت اپنے بچوں کو مدارس اسلامیہ کی تعلیم سے منقطع کرچکے ہیں- علماء ودانشوران اس حقیقت سے یقیناً آگاہ ہیں- لیکن اب تک کوئی مناسب حکمت عملی اختیار نہ کی جاسکی- انشاءاللہ تعالیٰ رہنما خطوط اسی مضمون کی مابعد قسطوں میں مرقوم ہوں گے۔

(۲) دوسرا مقصد یہ ہے کہ اسکول وکالج کے نصاب تعلیم میں بقدر ضرورت اسلامی مضامین داخل کئے جائیں تاکہ طلباء اپنے ایمان وعمل کی حفاظت کرسکیں۔

ان دونوں مقاصد کی تکمیل کیلئے پرائیویٹ اسکول وکالج قائم کرنے ہوں گے- حکومت کی جانب سے اس قسم کے ادارہ جات قائم نہیں کئے جاتے- خیال رہے کہ میں کوئی نیا نظریہ نہیں پیش کررہا ہوں- بلکہ دونوں طرز کی تعلیمگاہیں ہندوستان میں موجود ہیں- عصری علوم حاصل کرنے والے طلباء کو دینیات سے روشناس کرنے کیلئے کیرلا میں کثیر تعداد میں ''دعوہ کالجز'' تعمیر ہوئے ہیں- مشائخ مارہرہ مطہرہ نے علی گڑھ میں ''جامعۃ البرکات'' کے نام سے اسی قسم کا دانشکدہ قائم کیا ہے- اور مدارس اسلامیہ کے طلبا کو عصری علوم سے آشنا کرنے کیلئے جدید طرز کے اسلامی مدارس قائم کئے گئے ہیں- لیکن وہ مدارس اہل سنت وجماعت کے نہیں- بعض سنی طلباء ان مدارس میں داخل ہوکر اپنا دین وایمان بھی کھو بیٹھتے ہیں۔

ہندوستان میں اہل سنت وجماعت کی عظیم مرکزی خانقاہیں مثلاً خانقاہ چشتیہ اجمیر معلیٰ، خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ، خانقاہ منعمیہ پٹنہ، خانقاہ مخدوم شرف بہار شریف وغیرہا کی جانب سے بھی پیش قدمی ہونی چاہئے- ہم اپنے مشائخ عظام کی جانب سے اہل سنت و جماعت کیلئے انمول تحائف کے متمنی ہیں - خانقاہ رضویہ بریلی شریف کی جانب سے ''جامعۃ دراسات الرضا'' کا قیام عمل میں آیا-

..................(باقی صفحہ ۴۴ پر)......................

سیرت وسوانح حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ سیدی شاہ محمد امجد علی قادری رضوی کے ایک ممتاز شاگرد

حضرت علامہ غلام محمد یٰسین رشیدی قدس سرہ

ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی، بمبئی

نام غلام محمد یٰسین، ولدیت: منشی محمد سراج الدین، سکونت: منشی ٹولہ تاراباڑی، تحصیل بائسی، ضلع پورنیہ، بہار، پیدائش: تاریخ وماہ وسن متیقن نہیں ہے۔ شیخ الاسلام کے شاگرد خاص ومرید اخص و نواس داماد حضرت مفتی ذوالفقار علی رشیدی نے ۱۷؍رجب ۱۳۳۰ھ لکھی ہے۔ حضرت کے برادر نسبتی کے فرزند مولانا محمد عبد الصبور عرف منا رشیدی نے ۱۹۰۹ء لکھا ہے۔ جب کہ حضرت مولانا ذاکر حسین لطیفی نے ۱۹۰۷ء تحریر کیا ہے۔

ابتدائی تعلیم: اردو اور فارسی اپنے عم محترم منشی محمد عبد المجید مرحوم سے حاصل کی۔ عربی کی ابتدائی تعلیم بقول امام علم وفن خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ مدرسہ حمایت الاسلام سنگھیا میں پائی۔ پھر تمام تر اعلیٰ تعلیم صدر الشریعہ حضرت مفتی محمد امجد علی گھوسوی علیہ الرحمہ سے مدرسہ معینیہ اجمیر شریف اور پھر ۱۳۵۰ھ/ ۱۳۵۱ھ میں منظر اسلام بریلی شریف سے حاصل کی۔ فتوی نویسی بریلی شریف میں تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز سے سیکھی۔ تدریس: تدریس وافتا کی خدمت بریلی شریف ہی میں قریب آٹھ سال انجام دی۔

ایک اہم واقعہ: اسی قیام بریلی کے دوران ایک دفعہ وطن تشریف لائے۔ اپنے ہی گھر پر ان کی قطب العارفین حضرت شاہ محمد یوسف رشیدی قدس سرہ سے کتابی بحث ہوگئی۔ اس بحث نے ان کی زندگی میں ایک نیا موڑ پیدا کر دیا اور پھر وہ حضرت قطب العارفین قدس سرہ کے جان ودل سے اسیر ہوکر رہ گئے۔

بائسی منتقلی: شیخ الاسلام کے والد واعمام وغیرہ حضرت قطب العارفین قدس سرہ کے وفادار وجانثار احباب میں تھے۔ ان دنوں حضرت قطب العارفین قدس سرہ مدرسہ فیاض المسلمین بائسی کے صدر ومہتمم تھے۔ اثنائے گفتگو شیخ الاسلام کی بائسی سے بریلی کی دوری زیر عنوان آئی۔ چنانچہ حضرت قطب العارفین قدس سرہ نے انہیں مدرسہ فیاض المسلمین میں مدرس بحال کرلیا۔ یہاں آپ سال ڈیڑھ سال رہے۔ یہ ۱۳۶۰ھ/ ۱۳۶۱ھ کا زمانہ تھا۔

کمہروا کا واقعہ: انہی ایام میں مدرسہ قمر گنج کمہروا میں ایک بڑا جلسہ ہوا، جس کی صدارت اور مرکزی خطابت حضرت قطب العارفین قدس سرہ کی تھی۔ عین شباب جلسہ کے وقت کچھ لوگوں نے حضرت قطب العارفین قدس سرہ کو اعتقادی واختلافی گفتگو نہ کرنے کا لقمہ دیا۔ جس کی وجہ سے آپ کی حرارتِ ایمانی شعلہ زن ہوگئی اور پھر ماحول کچھ ایسا بنا کہ آپ نے یہاں استعفیٰ دیا اور چمنی بازار شریف میں دوسرا ادارہ دار العلوم مصطفائیہ قائم فرمایا۔

چمنی بازار میں بحالی: تب پھر آپ نے اپنے دوست زادہ اور اس وقت کے مولانا غلام محمد یٰسین کو چمنی بازار لے گئے اور دار العلوم مصطفائیہ میں بحیثیت مدرس بحال کر دیا، یہ ۱۳۶۲ھ کا سال تھا۔

تاریخ ساز اجلاس: اسی ۱۳۶۲ھ میں جلالۃ العلم حضرت شاہ محمد یوسف رشیدی قدس سرہ السامی نے تاراباڑی میں تاریخ ساز کانفرنس کرائی تھی۔ جس میں صدر الافاضل حضرت سید شاہ محمد نعیم الدین مرادآبادی، محدث اعظم ہند حضرت سید شاہ محمد اشرفی جیلانی

کچھوچھوی، حضرت علامہ شاہ محمد عارف اللہ میرٹھی اور شعرا میں راز الہ آبادی مدعو تھے۔ ایسا اجلاس تاراباڑی کی چشم فلک نے آج تک پھر دوبارہ نہیں دیکھا۔ یہ بھی یاد رہے کہ تاراباڑی میں جلسۂ سیرۃ لنبی، عید میلاد النبی کا پروگرام انہی جلالۃ العلم قطب العارفین نے رائج کرایا تھا۔ جو آج تک جاری ہے۔

جانکاہ حادثہ: یہ حادثہ ۱۹ر ربیع الاول ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۶ء میں حضرت قطب العارفین قدس سرہ کے وصال پر ملال کی صورت میں رونما ہوا اور آپ کی ذمہ داری دو چند ہوگئی۔ جلالۃ العلم قطب ا لعارفین حضرت شاہ محمد یوسف رشیدی قدس سرہ کے بعد آفتاب علم وولایت حضرت شاہ محمد سکندر علی رشیدی قدس سرہ ہی اب اہم شخصیت تھے۔ ان کا بھی وصال ۱۳۶۶ھ میں ہو گیا۔ یہ دوسرا حادثہ تھا۔ نتیجے میں آپ پر دوہری تہری ذمہ داری آ گئی۔

ایک وضاحت: ایک ضروری وضاحت یہاں یہ ہے کہ درگاہِ بندگی چمنی بازار کی انتظامیہ الگ ضرور ہے۔ لیکن ہائی کمان کی حیثیت خانقاہِ رشیدیہ جون پور کے متولی کو حاصل ہوتی ہے۔ اسی کے اشارے اور استصواب رائے سے سارے امور انجام پذیر ہوتے ہیں۔ دار العلوم مصطفائیہ بھی چوں کہ خانقاہ ہی کے ماتحت ہے۔ اس لئے اس کے انتظام میں بھی متولی کا اہم رول ہوتا ہے۔ یہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ ابھی بھی اس خانقاہ میں خانقاہی وشورائی نظام بحال و برقرار ہے اور خانقاہوں کی طرح یہاں تولیت و سجادگی آبائی وموروثی نہیں، بلکہ علمیت و اہلیت، ایثار واخلاص اور دیانت وتقوی کی بنیاد پر ہے۔

نظامت: پہلے آپ وہاں مدرس بحال ہوئے تھے۔ پھر ان چند برسوں کے بعد ناظم مقرر کئے گئے۔ اس وقت منصب تولیت وسجادگی پر شہود الحق حضرت سید شاہ شاہد علی سبز پوش گورکھ پوری علیہ الرحمہ [متولد ۱۳۰۷ھ] تھے۔ یہی حضرت والا آپ کے مرشد طریقت واجازت بھی تھے۔ ۶ر ذی قعدہ ۱۳۷۱ھ/ ۲۷ر جولائی ۱۹۵۲ء میں مرشد گرامی کی وفات ہوئی اور ان کی جگہ ان کے صاحب زادے منظور الحق حضرت سید شاہ مصطفیٰ علی شہید سبز پوش [متولد ۱۳۱۲ھ] متولی و صاحب سجادہ منتخب ہوئے۔ یہ شہید علیہ الرحمہ بھی آپ کے مرشد اجازت تھے۔ اپنے شیخ طریقت کی نماز جنازہ آپ ہی نے پڑھائی۔ حضرت شہید علیہ الرحمہ کی شہادت کے وقت آپ حاضر تھے اور چشم دید تھے۔ گورکھ پور سے جون پور تک تجہیز وتکفین کے تمام کام آپ نے ہی نپٹائے اور نماز جنازہ پڑھا کر آخری رسوم تک انجام دیئے۔ ان برسوں میں آپ نے دار العلوم مصطفائیہ کی تدریس ونظامت کی خدمت اس خیر وخوبی اور کمال ہنرمندی سے انجام دی کہ آپ کی علمیت، اعلیٰ قابلیت ،امانت ودیانت ،محنت و جہد، سچی لگن و دل چسپی ،پیروں کی اطاعت ،مال وقف میں تدین وتحفظ، جذبۂ صلاح وفلاح ،عملی تقوی وطہارت، باطنی پاکیزگی ،صفائے قلب، اعلیٰ انتظامی صلاحیت، شخصی رعب ووقار، غرض علمی وعملی، ظاہری وباطنی، اہتمامی وانتظامی، یعنی قلب وقالب اور لفاف وملفوف کا سارا مضمون آئینہ ہوکر سب کے سامنے آ گیا۔ ابھی یہ کاروانِ شوق بالکل شباب پر تھا کہ ۱۸ر ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ/ جون ۱۹۵۸ء کو سرپرست اعلیٰ صاحب سجادہ ومتولی کی سانحاتی طور پر شہادت ہوگئی۔

کاموں کا بوجھ: اف! ان پیہم حادثات وسانحات نے آپ کے کاندھوں پر کاموں کا بوجھ ایسا بڑھا دیا کہ ذرا بھی دم لینے کی مہلت نہ بچی۔ لیکن کمال خود اعتمادی و خدا اعتمادی اور پیرانِ رشیدی کی اطاعت گزاری کے بل پر آپ نے قافلۂ شوق کو کچھ بھی رکنے نہ دیا۔

مختار عام: حضرت سید شاہ مصطفیٰ علی سبز پوش کی جہری شہادت کے بعد با خدا بزرگ حضرت سید شاہ ہاشم بابو سبز پوش گورکھ پوری متولی چنے گئے اور آپ مختار عام منتخب ہوئے۔ اب آپ کا دائرۂ عمل چمنی بازار سے آگے نکل کر تمام رشیدی بارگاہوں ،اداروں اور مدرسوں کی صدارت وسرپرستی اور کارگزار سجادہ نشین کی

حیثیت سے سارے حلقۂ رشیدیہ کے دوروں تک پھیل گیا۔ فیضانِ مرشدانِ رشیدی نے آپ کی وہ دستگیری کی کہ آپ بے تکان اور بے لوث ہوکر کام کرتے چلے گئے اور کارنامہ ایسا تاریخ ساز انجام دیا کہ رشیدیات کی تاریخ میں مثال وآئیڈیل قرار پایا۔

اہم ادوار: حضرت شیخ الاسلام کی عملی زندگی کو کئی اہم ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً [۱] فراغت کے بعد بریلی شریف میں تدریس وافتا کا کچھ آٹھ سالہ دور [۲] مدرسہ فیاض المسلمین بائسی میں سال ڈیڑھ سال کا وقفۂ تدریس [۳] چمنی بازار شریف میں قریب پانچ سالہ محض تدریسی دور [۴] حضرت سید شاہ شاہد علی سبز پوش کی وفات اور حضرت سید شاہ مصطفیٰ علی سبز پوش کی شہادت تک دار العلوم مصطفائیہ چمنی بازار میں تدریس و نظامت کا دور [۵] حضرت ہاشم بابو سبز پوش کے عہد تولیت میں چمنی بازار شریف میں تدریس و نظامت کے ساتھ خانقاہ رشیدیہ کی تمام شاخوں کی دیکھ بھال اور بحیثیت کارگزار سجادہ نشین مریدین ومتعلقین کی علمی رہنمائی و روحانی تربیت وتلقین، بیعت و ارشاد اور سرفروشانہ تعمیراتی سرگرمیاں۔ ان ادوار میں چوتھا اور پانچواں دور انتہائی تاریخی و انقلابی نوعیت کا ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے دفتر نہیں، دفاتر درکار ہیں۔ تفصیل کے لیے خاکسار کی کتاب 'شیخ الاسلام: حیات و مکتوبات' صفحات ۴۰۰، مطبوعہ کلکتہ دیکھیں۔

وصفِ خاص: تعلیم وتدریس آپ کا اول وصفِ خاص تھا۔ جس کی شروعات دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کی معین المدرسینی سے ہوئی۔ جو زندگی کے تمام ادوار میں حاوی رہی۔ حتی کہ آپ کے وصال سے دو دن قبل تک جاری رہی۔ جب تک آپ اسفار میں رہے، تو رہے۔ جونہی واپسی ہوئی، درسگاہ آراستہ ہوگئی اور آپ مسند پر جلوہ بار ہوگئے۔ اس سے آپ کے تعلیمی شغف اور تدریسی اشتغال کا پتا چلتا ہے۔ صدہا شاگرد پیدا کیے۔ جن میں بعض افراد وہ نامورانِ زمانہ میں شمار ہوئے۔ جنہوں نے ہندوستان بھر کے اہل سنت کی دینی تربیت اور مذہبی قیادت کی اور کررہے ہیں۔

دوسرا وصف: دوسرا وصفِ خاص آپ کی اطاعت شعاری اور اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کا مظاہرہ تھا۔ اس کا اظہار اس وقت ہو چکا تھا جب آپ دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں منتہی درجے کے متعلم تھے اور اراکین دار العلوم، خصوصاً دیوان صاحب اور کچھ دسیسہ کاروں کی ناعاقبت اندیشانہ پالیسیوں کی وجہ سے طلبہ اسٹرائک پر مجبور اور بے بس ہوگئے تھے۔ یہ ناخوش گوار واقعہ ۱۳۴۹ھ/ ۱۳۵۰ھ کا تھا۔ جیسا کہ دار العلوم کی روداد اور اخباری رپورٹ وغیرہ سے پتا چلتا ہے۔

اظہارِ جوہر: اس جوہر کا اظہار بریلی شریف کے دورانِ قیام بھی ہوا۔ لیکن اس جوہر و جوبن کا تماشہ خواص وعوام نے اپنے سروں کی کھلی آنکھوں سے اس وقت دیکھا، جب آپ کو دار العلوم مصطفائیہ چمنی بازار شریف کا ناظم و سربراہ بنایا گیا اور پھر کچھ ہی برس بعد خانقاہِ رشیدیہ جون پور شریف مع جملہ ملحقات کے 'مختار عام' نام زدگی کے بعد مکمل باگ ڈور آپ کو سونپ دی گئی۔ خانقاہِ رشیدیہ جون پور شریف کے اربابِ حل وعقد کا یہ ایک اہم ترین فیصلہ تھا، جو ان کے حق میں ان کے ممتاز ترین اوصاف وکمالات کے باعث کیا گیا تھا۔ جس کی آپ نے نہ صرف لاج ہی رکھی، بلکہ اس خانقاہ کی رفعت وعظمت کا موجودہ پرچم خاک سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دیا۔

رنگِ تصوف: حضرت شیخ الاسلام فطرتاً نوری نہاد اور خلقتاً مولیٰ صفات تو تھے ہی۔ جب کہ ان کی سیرت و جبلت کی تشکیل وتعمیر میں صدر الشریعہ حضرت مفتی امجد علی گھوسوی، تاجدار اہل سنت مفتی اعظم ہند اور قطب العارفین حضرت شاہ محمد یوسف رشیدی قدس اسرارہم کا بنیادی کردار تھا۔ لیکن یہ رنگِ تصوف اس وقت اور شوخ ہوگیا، جب کہ آپ حضرت سرکار آسی غازی پوری قدس سرہ کے کاشتہ وتراشیدہ مجذوب کامل حضرت سید شاہ شاہد علی فانی سبز پوش قدس سرہ کے دامن

کرم سے وابستہ ہو گئے۔

تمثال وتمغہ: حضرت شیخ الاسلام کی بیعت وخلافت کی تاریخ اور ماہ وسال سر دست پیش نظر نہیں۔ تاہم میرا گمان ہے کہ ارادت و عقیدت کی یہ وابستگی ۱۳۶۴ھ میں [۳] ہوئی ہوگی۔ جب حضرت سید شاہ شاہد علی سرکار فانی قدس سرہ پورنیہ کے طویل دورے پر تشریف لائے تھے۔ تب پھر اجازت وخلافت کا تمغہ بمعرفت حضرت حکیم محمد لطیف الرحمٰن رشیدی بنی باڑی آپ کو آپ کے گھر بھجوادیا اور یہ دولت سرمدی ۱۳۶۴ھ تا ۱۳۷۱ھ کے دورانیہ میں مرحمت ہوئی ہوگی۔ واضح رہے کہ حضرت مجذوب کامل نے بیک وقت دو خلافت نامے ارسال کیے تھے۔ ایک ممدوح گرامی کے لئے اور دوسرا ولی العصر حضرت شاہ محمد عبدالقادر رشیدی تاراباڑی کے نام اور لانے والے تھے وہی حضرت حکیم محمد لطیف الرحمٰن رشیدی قدس سرہ، جو ان دنوں گورکھ پور جا کر واپس آئے تھے۔

مقام مرشد: شہود الحق حضرت سید شاہ شاہد علی فانی سبز پوش کی شخصیت گدڑی میں لعلِ یمن اور مشکِ ختن کی سی تھی۔ تین لاکھ سالانہ آمدنی کی زمین داری اور بارہ کوس جنگلات کی ملکیت زیر تصرف تھی۔ باوجود اس کے بوریائے بے ریائی کی جھکلا ہی پر مگن تھے۔ جو آیا، بقدر کفاف ہی اپنی ذات پر لگایا اور ما بقیہ راہِ خدا میں خرچ کر دیا۔ اپنی عمر کے اخیر وقت میں جب جون پور شریف اس نیت سے گئے کہ اب واپس نہیں آنا ہے، تو ان کے پاس اتنی ہی رقم تھی، جس سے تجہیز و تکفین کا سامان مہیا ہو سکے۔ حضرت مجذوب کامل حضرت سرکار آسی علیہ الرحمہ کی مکمل فوٹو کاپی تھے۔ ہر فن کی دست یاب اور نایاب، ساتھ ہی نوادرات و مخطوطات کا ایسا خزانہ موجود و مہیا کر لیا تھا کہ بعض بعض نسخے شاید ہی کہیں اور موجود ہو۔ بارہ پندرہ یا اٹھارہ سال کامل مطالعہ میں غرق رہے۔ دن کا بیشتر حصہ قریب سترہ سترہ اور اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے کتب بینی میں مصروف رہتے تھے۔ نتیجے میں ہمہ دانی کا یہ عالم تھا کہ جس فن کے مندرجات پر بحث ہوتی، تہہ بہ تہہ گہرائی میں اتر کر گفتگو کرتے اور سننے والے حیران و ششدر رہ جاتے۔ اس نوع کی ایک روایت یہاں درج ہے۔

جلسۂ سیرت: اس دور اور دیار میں جلسۂ سیرۃ النبی کے دو منبر ملک بھر میں بڑے ہی مشہور تھے۔ ایک تو انجمن اسلامیہ گورکھ پور کا جلسۂ سیرت اور دوسرا بنیا باغ بنارس کا اجلاس۔ گورکھ پور کے جلسۂ سیرت میں اس سال ہندوستان کے اجلۂ علما و مشائخ مدعو تھے۔ مثلاً: سید المتکلمین حضرت سید شاہ محمد سلیمان اشرف منیری، سید العلما حضرت سید شاہ آل مصطفیٰ مارہروی، مفتی اعظم کان پور حضرت شاہ رفاقت حسین مظفر پوری، حافظ ملت حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعزیز مبارک پوری اور مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن اڑیسوی وغیرہم علیہم الرحمہ۔ سید المتکلمین کو چھوڑ کر یہ سبھی حضرات حضرت شیخ الاسلام کے سینیئر جونیئر رفقا میں تھے۔ ایک دن حضرات مذکورین کا پروگرام بنا کہ عصرانہ کی چائے خانوادۂ سبز پوش دار فانی میں پی جائے۔ حضرت سید شاہ شاہد علی سبز پوش، جو ان دنوں قدرے علیل تھے، اپنے درِ دولت پر ہی فروکش تھے، سے ملاقات وعیادت بھی ہو جائے گی اور کچھ علمی گفتگو بھی کی جائے گی۔ ابھی یہ حضرات اپنی قیام گاہ سے نکلے نہیں تھے کہ حضرت سبز پوش کا قاصد اور اس مضمون کا خط پہنچا کہ سنا ہے کہ آپ حضرات میرے شہر میں وارد ہوئے ہیں۔ کیا خوب ہو کہ آج عصر کی چائے غریب خانہ پر نوش فرمائیں اور کچھ علمی بات چیت بھی ہو۔ میں بیمار ہوں۔ ورنہ خود ہی حاضر ہوتا۔

تشریف لانے والوں نے آپس میں موضوع طے کر لیا تھا۔ تشریف لاتے ہی یہ دیکھ کر وہ حضرات لحہ بھر کے لئے ٹھٹھک کر رہ گئے کہ ضیغم ملت مولانا غلام محمد یٰسین صاحب جیسا شخص وہاں خدمت و تیمارداری میں ہمہ تن مشغول ہے۔ خیر آتے ہی اول تو رسم ملاقات ادا ہوئی اور خاطر تواضع کی گئی۔ تب پھر علمی گفتگو شروع ہوئی۔ موضوع فن اسماء الرجال کا تھا۔ حضرت فانی سبز پوش کی زبان

چلی ،تو چلتی رہی۔لگا کہ اس فن کا ایک بحر بے کراں موج زن ہے۔کسی نے چاہا کہ موضوع بدل دیا جائے۔لیکن حافظ ملت نے کن انکھیوں سے دیکھا اور یہ سلسلہ وہیں رک گیا۔اس واقعہ سے دو باتیں ظاہر ہوئیں۔ایک تو حضرت سبز پوش کی قوتِ کشف اور دوسری ان کا علمی استحضار اور فنی تبحر۔

نشانہ بازی:حضرت فانؔی سبز پوش عالم اجل،عارف اکمل اور مجذوب کامل تو تھے ہی۔شکار و نشانہ بازی میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ یہ شکار و نشانہ بازی ایک بہانہ تھا۔دراصل وہ اس بہانے اپنے جنگلات میں ہفتوں ہفتہ اور مہینوں مہینہ عبادت و ریاضت اور مراقبہ و مجاہدہ میں منہمک رہا کرتے تھے۔ایک دفعہ شور ہوا کہ جنگل میں شیر آیا ہوا ہے۔ آپ نے بندوق اٹھائی۔گئے،تو دیکھا کہ شیر سورہا ہے۔آپ نے اپنی بندوق کی نوک سے پہلے شیر کو جگایا۔پھر ذرا توقف کیا۔جب تک کہ شیر جست لگا کر حملہ کرتا،آپ نے نشانہ ساندھا اور فائرنگ کر کے شیر کو ڈھیر کر دیا۔تب پھر ہاتھی پر لاد کر آبادی میں لایا۔ایک بار راجہ پرسوتم گورکھ پور شکار کے لئے نکلا۔پیچھے سے حضرت فانؔی سبز پوش بھی نکل کھڑے ہوئے۔جب جنگلات پہنچے۔تو کنارے سے ایک شیر جست لگا کر راجہ پرسوتم کے ہاتھی کے ہودج پر سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ابھی وہ شیر حملے کی تیاری ہی میں تھا کہ حضرت فانؔی قدس سرہ کی نگاہ پڑ گئی۔جھٹ سے بندوق سنبھالی اور پھر بجلی کی رفتار سے نشانہ باندھ کر گولی چلا دی۔جو سیدھے شیر کی کنپٹی میں لگ کر آر پار ہوگئی۔اب شیر بے قابو و بےبس ہو چکا تھا۔حواس باختہ راجہ کو ہوش آیا۔تو کہنے لگا:سید صاحب! آپ نے تو غضب کر دیا۔ہمیں لگتی،تو کیا ہوتا۔حضرت فانؔی نے فرمایا:ہم نے شیر کو مارا اور آپ کو بچالیا۔کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میرا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا۔

مقامِ مرشد کے ضمن کی یہ ساری باتیں حضرت صوفی سید امیر علی رشیدی سیوانی صاحب نے سنائیں۔شیخ الاسلام حضرت شاہ غلام محمد یٰسین شاہدی رشیدی اسی مرد جانباز،جگر باز،نشانہ ساز کے پردے میں مستور شہباز ولایت اور شہریار معرفت کے پروردہ اور پرتو اور عکس جمیل تھے۔حضرت شیخ الاسلام کو اپنے مرشد طریقت و اجازت سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔بعد وصال ہر سال عرس میں جون پور تشریف لے جاتے۔ورنہ چمنی بازار شریف میں شایانِ شان محفل منعقد کرتے[۴] اور حاضرین کی پرتکلف ضیافت کرتے۔ایک بار ان کے فرزند محمد جمیل الرشید نے ان کے مرشد گرامی کے مکتوب سامی کو لالٹین پر رکھ کر پڑھ رہے تھے۔جب یہ معلوم ہوا،تو آپ بے حد سیخ پا ہو گئے اور بیٹے کی خوب تادیب کی۔ جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مرشد تو مرشد،مرشد سے منسوب مکتوب کی ذرا سی بے ادبی بھی ان کو گوارا نہ تھی۔نسبت شیخ کا اثر اور عقیدت مرشد کا احترام ہو،تو ایسا ہو۔

کمالات و کارنامے اور اوصاف و امتیازات خلاصے کی صورت میں درج ذیل ہیں:

[۱] آپ خاندانی زمیندار تھے۔مگر آپ زمیندارانہ غرور و پندار سے ہمیشہ پاک رہے۔

[۲] علما ہوں یا عوام،کسی میں جرأت نہیں تھی کہ آپ سے آنکھ ملا کر بات کر لیتا۔

[۳] آپ کے فیصلے مذہبی و ملی ہوں یا قومی و سماجی،ہر ایک کو تسلیم و قبول کے سوا دوسرا چارہ نہ تھا۔

[۴] اشاعت علم کی شروعات آپ نے اجمیر شریف میں کی۔جو بریلی شریف ہوتے ہوئے چمنی بازار شریف میں آپ کے وصال سے دو دن قبل تک جاری و ساری رہی۔

[۵] منڈواڈیہہ بنارس میں آرام فرما حضرت قطب الاقطاب دیوان جی کے مرشد پاک کی بارگاہِ پاک کی حاضری و فاتحہ خوانی اور مسجد و مدرسہ و خانقاہ کی خدمت و نظامت اور عرس مقدس کا انتظام،جب کہ جون پور شریف میں تعمیری سرگرمیوں کے اختتام کے بعد آپ کا اگلا نشانہ اسی بارگاہِ اقدس کا تعمیری

پروگرام تھا۔لیکن عمر عزیز نے وفا نہ کیا۔

[۶] چمنی بازار شریف میں پہلے دار العلوم مصطفائیہ کی نظامت، پھر تا حیات سر پرستی، سکندر پور، بلیا میں دار العلوم سرکار آسی کی سرپرستی، واضح رہے کہ قصبہ سکندر پور پہلے ضلع اعظم گڈھ میں تھا۔ پھر غازی پور میں شامل ہوا اور پھر جب ۱۸۸۰ء میں ضلع بلیا بنا۔تب سے اب تک بلیا کا حصہ ہے۔اسی سکندر پور میں چتر مکھ تالاب کے جنوب متصل مسجد کے پاس بہادر خان نے ۱۹۰۶ء میں ایک مدرسہ بنایا تھا۔جس کی بنیاد حضرت سرکار آسی قدس سرہ کے دست اقدس سے رکھوائی گئی تھی۔اب یہی مدرسہ 'دار العلوم سرکار آسی' کے نئے نام سے مشرقی یوپی کا ایک مشہور ادارہ ہے۔مدرسئہ رشیدیہ جون پور کی نگرانی و سرپرستی، دار العلوم طبیبہ بنارس کی سرپرستی، انجمن فیضانِ رشیدی کمر ہٹی کلکتہ کی سرپرستی، کرسیانگ، دارجلنگ، آسام، سکم، بھوٹان میں پیرانِ رشیدی سے متعلق تمام مساجد و مدارس کی صدارت و سرپرستی، قدیم پورنیہ، کٹیہار، کشن گنج و دیناج پور میں کثیر مدارس و مساجد کی بنا و قیام اور صدارت و انتظام، بائسی میں قائم تنظیم المسلمین کی مکمل علمی صدارت و مالی سرپرستی وغیرہ وغیرہ۔

[۷] دین و شریعت اور مسلکی تصلب میں وہ کسی رورعایت اور حکمت و مصلحت کے قائل نہ تھے۔اپنے مریدین و متعلقین، جو کم ازکم تین ملکوں ہندو پاک اور بنگلہ دیش میں پھیلے ہوئے ہیں، کو اسی دینی تصلب اور مسلکی تشخص کی وہ سختی سے تاکید کرتے تھے اور مسلک اعلیٰ حضرت پر مدام قائم رہنے کی ہدایت فرماتے تھے۔جس کے وہ بذات خود تاحیات عامل و قائل تھے۔

[۸] قریب اسی برس عمر پائی۔قریب پچپن برس درس و تدریس سے وابستہ رہے۔قریب دس بارہ برس دار العلوم مصطفائیہ کے ناظم و سربراہ رہے۔۱۳۷۷ھ سے ۱۴۰۷ھ تک سارے حلقۂ رشیدیہ مع متعلقات کی بحیثیت کارگزار سجادہ نشین اور مرشد و مربی، علمی و روحانی تعلیم و تربیت اور تمام متعلقہ درگاہوں، بارگاہوں، اداروں اور مسجدوں کی صدارت، سربراہی اور سرپرستی کرتے رہے۔جملہ رشیدی زاویوں، تکیوں اور سجادوں میں ایک نئی روح ڈالی اور ایک نیا انقلاب پیدا کیا۔تعلیم اور بیعت و ارشاد کے ساتھ تعمیرات کے باب میں تاریخ ساز کارہائے نمایاں سر انجام دیئے۔ان کی کوئی کتاب نظر سے تو نہیں گزری، لیکن ان کا ہر شاگرد اور ہر مرید ایک مستقل ٹھوس تصنیف ہے۔شخصیت ہی کچھ ایسی سحر آگیں اور جادو اثر تھی کہ جس پر نگاہ پڑ گئی، دنیا و آخرت دونوں سنور گئی۔

ایسا وجود ناز، زبدۂ روزگار اور خلاصۂ لیل و نہار نے اپنی حیات ہستی کے رخِ روش پر نقاب اس وقت الٹ لیا، جب ۲/ربیع النور ۱۴۰۷ھ/ ۲۵/اکتوبر ۱۹۸۷ء کو ہندوستان کی ساری گھڑیاں سر شام ۷/بج کر ۲۰/منٹ بجا رہی تھیں۔بظاہر شام کی سیاہی تو پھیل ہی چکی تھی۔لیکن بباطن بھی گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا چکا تھا۔اب جو کوئی سنتا تھا، کلیجہ اس کا شق ہو رہا تھا، آنکھیں ابل رہی تھیں اور دلوں کی دنیا اشکوں کے سیلاب اور آہوں اور کراہوں کے طوفان میں بہی اور اڑی جا رہی تھی۔

کل تک تو ان کا رخِ تاباں ڈائرکٹ ہمیں روشن کر رہا تھا، اب اس کی تابشیں چلمن کے اس پار سے منور کر رہی ہیں۔اے گردشِ شام و سحر! تو میری فریاد ذرا بغور سن اور تو مدام رحمت و نور کی پھوہار برسا اس شبستانِ خاکی پر، جہاں [درگاہ چمنی بازار شریف] ملت بیضا کے یار طرحدار اور غمخوار و غمگسار ابدی نیند سو رہا ہے۔

واہ کیا تھی شخصیت اے جان شفقت آپ کی
کیا ٹپکتی رخ سے تھی شانِ ولایت آپ کی
شان و شوکت عز و عظمت مرتبت جاہ و حشم
چہرے سے کیسی نکھرتی تھی جلالت آپ کی

☆☆☆

خضر راہ

اس کالم میں قارئین کے، خیالات، واردات قلبی، حاصل مطالعہ وغیرہ شامل کیے جائیں گے جو مختصر اور جامع ہوں۔(ادارہ)

مطالعہ کائنات کا تصور صرف اسلام نے دیا

غلام مصطفیٰ رضوی نوری مشن مالیگاؤں

علم وحکمت کو آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مومن کی متاع فرمایا ہے، اسی لیے مسلمان اس کے حصول میں سب سے آگے رہے ہیں، اور وہ علم جو اسلام سے بے خبری کی بنیاد پر ہو اس سے متعلق مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم میرٹھی رضوی لکھتے ہیں: ''حصول علم کی اس تمام جدوجہد کے باوجود انسان صرف جزوی طور پر ہی کسی ایسی حقیقت کو پا سکتا ہے جس کا انکشاف حال میں ہو رہا ہے یا ماضی میں ہو چکا ہے۔ مستقبل کے بارے میں وہ بالکل بے خبر ہے۔ وہ استقرائی طریقے سے نتیجہ نکالنا چاہتا ہے مگر اس نتیجے پر خود اسے مکمل یقین نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں علم ہیئت سے بھی مدد لینے کی کوشش کرتا ہے مگر بے سود۔ ماضی، حال اور مستقبل کا جامع اور یقینی علم اس کے بس سے باہر ہے۔''

قرآن کا تصور علم اس خامی سے مبرا ہے اور کامل، جس نے ماضی وحال اور مستقبل کے وہ یقینی اصول دیے کہ عقل حیران و ششدر ہے۔ وہ علم سائنس ہو یا جغرافیہ، علم ہیئت ہو یا زیجات، علم معاش ہو یا علم نفس، علم سماجیات ہو یا علم اخلاقیات یا سیاسیات ہر ایک میں انسان کی راہ نمائی قرآن نے کی ہے اور انسانی فکر کو آوارہ و بے لگام ہونے سے بچایا ہے۔ مطالعۂ کائنات کا تصور کسی مذہب میں نہیں ہے یہ صرف اسلام میں ہے، اللہ کریم کا ارشاد ہے:

''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات و دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے جلا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے ان سب میں عقل مندوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔'' (سورۃ البقرۃ:۱۶۴ کنزالایمان)

فکری وسعت سے بھرپور ضابطہ اس وقت پیش کر دیا گیا تھا جب آفاق وانفس کے مطالعے کا تصور نہیں تھا۔ اور انسانی فکر کو اسلام نے وہ بالیدگی عطا کی جس سے مطالعۂ سائنس کی راہیں ہموار ہوئیں۔ جب کہ مذاہب عالم ''مذہب'' کہلاتے ضرور تھے، لیکن اپنے خالق سے منکر تھے اس بنیاد پر وہ ''جہل مرکب'' کا شکار تھے اور حقیقت میں وہ مذاہب ذہنی اختراع کا نتیجہ تھے اور انسانوں کے تیار کردہ اس بنیاد پر وہ انسانی راہ نمائی سے قاصر تھے۔ اسلامی مفکر علامہ شاہ عبدالعلیم میرٹھی نے سچ ہی کہا تھا:

''رایل ایشیاٹک سوسائٹی آف سنگھائی (Royal Asiatic Society of Shanghai) کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے میں نے واضح کیا تھا کہ سائنس اور مذہب کے باہمی تضاد کا مفروضہ صرف غلط فہمیوں کی بنیاد پر ہے اور مجھے انتہائی مسرت

ہوئی کہ میری اس بات کو غیر معمولی طور پر سراہا گیا۔ بلاشبہ جن لوگوں کے نزدیک مذہب اور سائنس کے مابین تضاد موجود ہے وہ حقیقتاً مذہبی نظریہ کو غلط معانی دیتے ہیں، وہ دراصل مذہب نہیں ہے وہ دیو مالائی قصے ہیں اور توہمات کے سوا کچھ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہب بہ ذات خود ایک سائنس ہے۔''

اسلام کی تعلیمات نے ذہنوں کو نئی راہ دی، اور فکری پستی کا خاتمہ کیا جس سے سائنسی انداز فکر کو ترقی ملی، قرآن نے غور وفکر کی تعلیم دی، نظام کائنات میں غور وفکر، اللہ کریم کی بنائی ہوئی اشیا میں غور وفکر...... آسمان بنایا وسیع وکشادہ...... سورج بنایا چمکتا اور روشن...... ستارے بنائے جو شب کو جگمگاتے...... چاند بنایا تاب دار و دمکتا اور تاریکی دور کرتا...... آفاق کا حسن...... پھولوں کی رنگینی...... چمن کی خوب صورتی...... افلاک کی تابانی...... جھرنوں کی ترنم خیزی...... آبشاروں کی نغمگی...... پرندوں کی مدح طرازی...... ہواؤں کی نغمہ ریزی...... بادلوں کا بننا...... آفاق پہ چھا جانا...... بجلی کا کڑکنا...... بارش کا برسنا...... کھیتوں کا لہلہانا...... زمیں کا سیراب ہونا...... ہر ایک میں نشانیاں ہیں، حکمت وتدبر کا پہلو ہے، اور قرآن مقدس نے دعوت دی:

(الف) وَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (البقرۃ:۷۳) اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے کہ کہیں تمہیں عقل ہو (کنزالایمان)

(ب) قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ (آل عمران:۱۱۸) ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنا دیں اگر تمہیں عقل ہو۔

(ج) اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (سورۃ آل عمران:۱۹۰)
''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے'' (کنزالایمان)

(د) وَلِیَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِیَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (سورۃ ابراہیم:۵۲) ''اور اس لیے کہ وہ جان لیں کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور اس لیے کہ عقل والے نصیحت مانیں'' (کنزالایمان)

قرآنی بنیاد پر سائنسی موشگافی نے عربوں کو دنیا کا قائد بنا دیا۔ اس کا اعتراف بے گانوں نے بھی کیا ہے، ہمبولیٹ (Humboldt) کہتا ہے: ''عربوں نے دریائے فرات سے لے کر اسپین اور وسطی افریقا تک کی اقوام پر اپنا اثر ورسوخ بڑھایا...... ان کی بے مثال علمی کاوشوں نے تاریخ عالم میں ایک یادگار دور کا اضافہ کیا۔''

طلوع اسلام سے قبل یورپ اندھیروں کا مسکن تھا یہ اندھیرے علم سے نا آشنائی کی بنا پر تھے، جس کے سبب انسانی قدروں سے وہ ناواقف تھے، اور انسان کہلاتے ہوئے بھی حیوان سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور تھے، تمدن سے بے خبر اور تہذیب سے عاری تھے، بریفالٹ (Briffault) لکھتا ہے: ''سائنس عرب معاشرہ کی طرف سے موجودہ دور کے لیے ایک بہترین تحفہ ہے، اس کے اثرات بعد میں نمودار ہوئے، عربوں نے اپنے عہد اقتدار میں جو عظیم کارنامے انجام دیے ان کے اثرات اسپین کی ثقافت ختم ہونے کے بعد نمایاں ہوئے۔ یہ صرف سائنس ہی نہ تھی جس نے یورپ کو نئی زندگی عطا کی بلکہ اسلامی تہذیب کے گوناگوں اثرات نے یورپی زندگی میں روح پھونکنے کا کام کیا۔''

اہل یورپ نے اسلامی تہذیب کے مقابلے میں اپنی انسانیت سوز تہذیب کو رواج دیا تا کہ مسلمان اپنے سنہرے دَور سے دور جا پڑیں، انھوں نے علم تو مسلمانوں سے لیا اور تمدن اپنا رائج کیا...... اسی لیے علم آج زحمت بن کر رہ گیا ہے، علم اور اسلام کے اخلاقی تمدن میں اتحاد کے سبب علم ''رحمت'' تھا اور جب اسے اس اصول سے الگ کرنے کی کوشش کی گئی تو علم تو موجود رہا مگر اخلاقی اقدار زوال سے دوچار ہو

گئیں......اور یہی یہود و نصاریٰ کی سازش تھی، اقبالؔ نے مشاہدے کے بعد کہا تھا:

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
اک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

اسلامی نظامِ علم کی اساس پر جن مفکرین نے ایجادات و اختراعات کی دنیا میں خوش گوار انقلاب برپا کر کے ذہنوں کو بالیدگی عطا کی اُن میں اِن اساطین کا نام نمایاں ہے: ابنِ سینا، البیرونی، عبدالرحمٰن صوفی، عمر ابن خلدون، یعقوب ابن طارق، مسلمہ المغربی، ابن ھشام، ابن رُشد، ابن ھیثم (الہیثم)، ابنِ یونس، ابونصر فارابی، جابر بن حیان، ابوبکر محمد ابن زکریا الرازی اور ان جیسے بے شمار سائنس دانوں نے علم وفن کے اجالے برپا کیے...... چند ارباب علم وفن کی شعبہائے علم میں تحقیق کی اجمالی جھلک بہ طور مثال دیکھیں......علم طبیعیات (Physics) میں ابن الہیثم کا نام بنیادی حیثیت رکھتا ہے، اس نے کرۂ فضائی کے انعطاف کا نظریہ پیش کیا، علم بصارت میں نئے آفاق تلاش کیے، رزنر (Risner) نے اس موضوع پر ان کی کتاب کا ترجمہ لاطینی زبان میں کیا جس سے مغربی علما نے استفادہ کیا، اس نے علم و حرکت اور گرتے ہوئے اجسام کی رفتار و جگہ اور وقت کے اصول پر بھی بحث کی......جابر بن حیان جنھیں علم کیمیا (Chemistory) کا بانی کہا جاتا ہے ان کے بارے میں ابن خلکان کی رائے یہ ہے: ''اس نے دو ہزار صفحات پر اپنا کام مرتب کیا جس میں اپنے آقا (امام) جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پانچ سو مسائل کا جواب تحریر کیا۔''......تجرباتی علوم میں مشاہدات کی اہمیت پر جابر بن حیان کا ایک اصول دیکھیں، وہ کہتے ہیں: ''سب سے ضروری امر یہ ہے کہ عملی کام اور تجربات کرنے چاہئیں، چوں کہ جو عملی کام نہیں کرتا اور نہ ہی تجربات کرتا ہے وہ منزل مقصود تک کبھی نہیں پہنچ سکتا۔''......راقم کی رائے یہ ہے کہ جابر بن حیان کی علمی بصیرت امام جعفر صادق کی شاگردی کے سبب ہے اور بہ الفاظ دیگر یہ اہل بیت کا فیضان ہے......الرازی نے طب پر دو سو کتابیں لکھیں......طب و حکمت کو اسلامی اسپین میں جتنا فروغ ملا اس کی مثال نہیں ملتی......علم الحیوانات میں الامیری کی شہرت زیادہ ہے......اسی طرح ارضیات، ہیئت، میڈیکل سائنس، معاشیات، ریاضی، فلکیات، جیومیٹری وغیرہ کے بنیادی ضوابط بھی مسلم مفکرین کے ایجاد کردہ ہیں......جداول (Astronomical Table) میں ابوالوفا کا چرچا رہا ہے، اس علم میں ماضی قریب کے اسلامی سائنس داں اور ماہر علم وفن امام احمد رضا کی تحقیقات و تصنیفات بھی اہم حیثیت رکھتی ہیں......اس نابغۂ عصر نے علم وفن کے ۷۰ر سے زیادہ شعبوں میں محیرالعقول کارنامے انجام دے کر بیسویں صدی میں قرن اول کے اسلامی مفکرین کی یاد تازہ کر دی، جس پر آپ کی ہزار سے زیادہ تصنیفات جن میں تقریباً نصف شائع ہیں شاہد ہیں۔

دوسری طرف مسند حدیث و افتا کے ذریعے روحوں کو جلا بخشنے اور نکھارنے والے حکما (جو اسلام کی شرعی حدود کے محافظ ہیں) نے بھی معاصر علوم میں موشگافی کر کے یہ فکر دے دی کہ؛ ایک طرف ایک فرد دین کے علم کا ماہر ہو تو دوسری طرف وہ دنیوی علوم میں بھی مہارت رکھتا ہو......اور اسی اصول کی بنیاد پر جب تک ارباب علم اسلامی سوسائٹی میں جنم لیتے رہے ملت اسلامیہ کو مؤثر قیادت ملتی رہی اور ہم دوسروں کے محتاج نہ تھے۔

ایسی شخصیات جنھوں نے دین کے پلیٹ فارم پر کام کرتے ہوئے معاصر علوم میں بھی سبقت حاصل کی، اور قوم کی راہ نمائی کی ان میں امام ابوحنیفہ، امام غزالی، امام جلال الدین سیوطی، امام رازی، غوث اعظم محی الدین جیلانی، مجدد الف ثانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور

امام احمد رضا بریلوی قابل ذکر ہیں......جن کی علمی خدمات سے اب تک اسلامی تاریخ کے صفحات روشن ہیں اور بے گانوں کی نگاہیں بھی خیرہ ہو رہی ہیں......ضرورت ہے کہ اسلاف کے کارہائے علمیہ سے استفادہ کر کے قوم کی سربلندی کے لیے کاوشیں کی جائیں، جن کی بنیاد اسلامی اصول وضوابط پر ہے، جن میں روشنی ہی روشنی ہے اور کامیابی ہی کامیابی۔ اللہ کریم ہمیں فکری وسعت کے ساتھ بصیرت بھی دے۔

☆☆☆

جہیز کی خرابیاں اور ان کا علاج

محمد آفتاب عالم مصباحی جواہر لعل نہرو یونیورسٹی دہلی

آج ہم جس معاشرے میں جی رہے ہیں اسے ترقی یافتہ معاشرہ کہا جاتا ہے۔ روز نت نئے اور پیچیدہ امراض کا انکشاف ہوتا ہے ساتھ ہی اس کی دافع دوائیں تیار کر لی جاتی ہیں اور دواخانوں سے ہمیں دستیاب بھی ہو جاتی ہیں۔ مگر ان ہی مہلک امراض میں سے ایک متعدی مرض جس نے پوری آبادی کو، سماج ومعاشرے کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے وہ ''جہیز'' ہے۔ یہ حقیقتاً گداگری کی ایک مہذب رسم ہے اور اپنا وقار سامنے والے کے نزدیک مجروح کر لینے کی سماجی روایت ہے۔ ہر طبقے اور ہر قوم کے 99 رفیصد افراد اس بیماری کے شکار ہو چکے ہیں۔ اہل ہوا وہوس کے سوال نے تو اہل ثروت کی کمر توڑ ڈالی ہے، غریب ونادار انسان کو زندہ لاشہ بنا دیا ہے اور مفلوک الحال طبقے کو جاں بہ لب کر دیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں اس موضوع پر مذاکرے، سمپوزیم اور سیمینار منعقد کرائے جاتے ہیں، اس پر مباحثے ہوتے ہیں لیکن اس ناسور سے رستگاری پانے کی کوئی تیر بہ ہدف دوا تیار نہیں ہو پاتی یا ہوتی ہے تو اسے استعمال نہیں کیا جاتا۔ ایسے افراد کی حوصلہ شکنی نہیں کی جاتی جو دست سوال دراز کرنے اور لڑکی والوں سے مطالبے کے لیے نئے طریقے اور حیلے تلاش کرتے ہیں۔ ان افراد کی بھی سماج میں سرزنش نہیں کی جاتی جو نام ونمود کی خاطر دولت وثروت کو بے دریغ خرچ کرتے ہیں اور بطور خاص وہ والدین اس جانب نہیں سوچتے جنہیں خدا تعالیٰ نے بچی نہیں بخشی ہے۔ جبکہ جن کے پاس بچیاں ہیں وہ جہیز کی تیاری کی فکر میں بوڑھے ہوتے جاتے ہیں۔ یہ طرز روش قوم مسلم کو تباہ وبرباد کر دینے والی ہے۔ یہ طریقہ سنت کے خلاف اور احکام شرع کی خلاف ورزی ہے۔

غیروں کی طرح جہیز کا رواج ہم مسلمانوں میں بھی عام ہوتا جا رہا ہے۔ کیش لینے کی روایت مستحکم ہوتی جا رہی ہے، جسے مسلمان بھی محبوب ترین رسم سمجھ کر اپناتے جا رہے ہیں اور اس کے نفع ونقصان کی جانب توجہ نہیں کرتے اور اس کے مضر اثرات سے بھی چشم پوشی کرتے جا رہے ہیں۔ اخبار میں شاید ہی کوئی صبح ہو جس دن جہیز کے متعلق کوئی خبر پڑھنے کو نہ ملتی ہو، آئے دن پڑھنے میں آتا ہے کہ جہیز کم لانے کی وجہ سے ''گیتا'' نذر آتش کر دی گئی اور مطالباتِ جہیز پورے نہ ہونے کی وجہ سے ''نسرین'' کو اذیتیں دے کر گھر سے نکال دیا گیا۔

جہیز کی موجودہ رسم نے زمانۂ جاہلیت جیسے ماحول کو جنم دے دیا ہے۔ زمانۂ قدیم میں بچیاں زندہ درگور کی جاتی تھیں یا پھر ناف کا زہریلا حصہ چٹا کر ٹھنڈی کر دی جاتی تھیں۔ آج دفن تو نہیں کی جاتیں مگر افسوس کہ وہ آنکھ کھولنے سے پہلے ہی نالے اور گڈھے کے راستے ملک عدم کی مسافر بن جاتی ہیں اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی اور میاں بیوی بہ یک وقت مذہبی اور اخلاقی جرم کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں یا پھر غلطی سے اگر رحم مادر میں پرورش پا جاتی ہے تو زمین پر آتے ہی کسی کوڑے دان کے حوالے کر دی جاتی ہیں یا پھر کسی غلاظت کے ڈھیر پر بے

یار و مددگار سسکیاں لینے اور تڑپ تڑپ کر مرنے کے لیے چھوڑ دی جاتی ہیں۔ اسی طرح اگر کسی کے گھر بچی کی پیدائش ہو تو اہل خاندان مبارکباد کے جوڑے لے کر ضرور حاضر ہوتے ہیں مگر ان کے چہروں پر ناگواری کے آثار صاف نظر آتے ہیں اور زبان سے ناشکری کے کلمات ادا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اہل خانہ کی پیشانی پر روزِ ولادت سے ہی جو شکنیں ابھرتی ہیں وہ اس وقت تک برابر نہیں ہوتیں جب تک کہ بچی رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو کر گھر سے رخصت نہیں ہو جاتی۔ یہ اسی منحوس رسم کی دین ہے کہ کتنی ہی لڑکیاں اپنی غربت و افلاس کی بنا پر بیاہی نہیں جاتیں۔ نتیجتاً وہ سلفاس کی گولی یا پھانسی کے پھندے کا سہارا لے کر اپنی جان گنوا بیٹھتی ہیں یا پھر جو بچیاں بڑے اور اعلیٰ گھرانوں سے تعلق رکھتی ہیں ان کے شایان شان رشتہ نہیں ملتا، وقت پر ان کی شادی نہیں ہو پاتی تو وہ عیاشی کے اڈوں یا قحبہ خانوں کا رخ کرتی ہیں اور جنسی تسکین کے لیے جسم فروشی کے غلیظ دلدل میں پھنس جاتی ہیں۔ لہٰذا قحبہ گری، زناکاری اور بدکاری کے فروغ میں جہیز جیسی مذموم رسم کا بھی اہم رول رہا ہے۔

والدین اور سرپرست کا اگر مالک حقیقی پر توکل ہو تو پھر وہ اپنی بچیوں کو موت کے گھاٹ نہ اتاریں۔ اس لیے ضروری ہے کہ مسبب الاسباب پر بھروسہ رکھیں کہ جب وہ مور و مار کی روزی مہیا کرنے والا ہے تو کیا وہ ان کے لیے اسباب فراہم نہ فرمادے گا؟ بیٹیوں کو گری ہوئی نگاہوں سے نہ دیکھا جائے، ان کے ساتھ تعصب نہ برتا جائے، لڑکوں کو ان پر ترجیح نہ دی جائے کہ وہ معاشرے کی عزت، نسلِ انسانی کے فروغ کا ذریعہ اور والدین کے لیے جنت کا سامان ہیں۔ ان کی شادیوں میں دولت و ثروت، حسن و جمال کا پاس و لحاظ نہ رکھیں بلکہ دیندار گھرانے اور تعلیم یافتہ ماحول میں اپنی بیٹیاں بھیجیں اور حریص و لالچی انسانوں کا مکمل بائیکاٹ کریں۔ ان ڈاکٹروں پر جو روپیہ اینٹھنے کی غرض سے پیٹ کے اندر پل رہے وجود کا جنس بتاتے ہیں یا پھر رسم جاہلیت کی پیروی کرتے ہوئے اسقاط حمل کے شرمناک عمل میں تعاون کرتے ہیں ان پر جرمانہ عائد کیا جائے اور دفعات ہند کے تحت ان پر مقدمہ چلایا جائے۔ ہر گاؤں اور ہر محلے میں منظّم اور مکمل منصوبوں کے تحت ان کے خلاف تحریکیں چلائی جائیں۔

اگر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنی زندگی گذاری جائے اور اسلامی طور طریقے سے اپنے تمام امور ادا کیے جائیں تو ہمارا معاشرہ ان تمام برائیوں سے پاک و صاف ہو جائے گا اور ہر شخص اس پاکیزہ ماحول میں اپنا کاروان سفر جاری رکھنے میں راحت محسوس کرے گا۔ یہ اسی وقت ہوگا جب ہمارے اندر اچھے اور برے میں امتیاز کرنے کا شعور جاگ اٹھے گا اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی عملی زندگی میں برتیں گے۔ اگر والدین اپنی بچی کو رخصتی میں کچھ ہدیہ پیش کر دیں تو یہ ان کی محبت و شفقت اور ان کی دل جوئی کا نتیجہ ہے اور انہیں کسی خاص ساز و سامان دینے کے لیے مجبور کرنا انسانیت کے خلاف ہے۔ کاش! ہر شخص یہ سوچ لے کہ اس کی بھی بیٹی ہے، دوسرے گھر اس کو بھی جانا ہے۔ اگر کسی آنے والی بیٹی پر اتنے ناروا قیود و شرائط عائد کیے جائیں گے تو پھر آپ کو اس سے کہیں زیادہ کلفت و مشقت سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ہمیں چاہیے کہ جہیز جیسی لعنت سے بچیں، دوسروں کو اس سے بچنے کی تلقین کریں اور اسلامی احکامات کے مطابق شادی کو فروغ دیں۔ کیوں کہ ہم سب اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں، اس لیے ہم پر فرض ہے کہ جن کاموں کا حکم دیا گیا ہے ان کو اختیار کریں اور جن کاموں سے منع کیا گیا ہے اس سے بچیں تب ہی ہم سچے اور اچھے مسلمان بنیں گے اور دنیا و آخرت میں فلاح و نجاح پائیں گے۔

☆☆☆

مدارس اسلامیہ اوران کا معیارِ تنخواہ

محمد صلاح الدین رضوی، پوکھریروی جامعہ ضیائیہ فیض الرضا ددری، سیتامڑھی، بہار
رابطہ نمبر 9869328511

مدارس اسلامیہ مذہب وملت کے ایسے عظیم الشان قلعے ہیں جن کے ذریعے ہمیشہ سے دین وسنیت کی خدمات جلیلہ اور کارہائے نمایاں انجام پاتے رہے ہیں اورانھیں کے فیضان سے دین حنیف کوعروج وارتقا حاصل ہوتا رہا ہے۔

لیکن دین کے ان قیمتی اثاثوں میں سے بعض، انتظامیہ کی غفلت ولا پرواہی اوران کی مذموم حکمت عملی کی بنیاد پر زبوں حالی کا شکار ہوکررہ گئے ہیں۔ اگر یہ اراکین یوں ہی غفلت میں پڑے رہے اوراپنی خامیوں کے ازالے اور مدارس کے حسن انتظام کی طرف التفات نہ کیے تو مستقبل میں یہ اور بھی پستیوں کا شکار ہوں گے جوقوم وملت کے لیے بڑے رنج والم کی بات ہوگی۔

مالی فراوانی کے باوجود اراکین کی حددرجہ کوشش ہوتی ہے کہ جتنی کم تنخواہ پر ممکن ہوسکے اساتذۂ کرام کی خدمات حاصل کرلی جائے۔اور بعض ادارے اگر مالی اعتبار سے خسارے کا شکار بھی ہوں جب بھی کم تنخواہ پر تقرری کرنا ان کے لیے عذر نہیں ہے کیوں کہ انھیں جب مدرسے کے تعمیراتی کاموں کی طرف توجہ دینی ہوتی ہے تو وہ بڑی آسانی سے مال اکٹھا کر لیتے ہیں۔تو پھر معیاری تعلیم کے لیے مال حاصل کرنا اور ماہرفن اساتذہ کو معقول تنخواہ دینا ان کے لیے کوئی مشکل کام نہ ہوگا۔

اوراس کم تنخواہ والی تقرری عمل میں لانے سے اراکین کو بچنا لازمی ہے کہ اس طرح کی بحالی تعلیمی ترقی میں بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہوسکتی ہے کیوں کہ تیزطوفان کی طرح بڑھتی ہوئی اس گرانی کے سبب جب معمولی تنخواہ سے ضروریات زندگی کی تکمیل نہیں ہو پاتی تو انسان فطری طور پر ذہنی الجھنوں کا شکار ہوجاتا ہے۔ جوانسان ذہنی اعتبار سے پریشان ہووہ شوق سے تدریسی خدمات کیا انجام دے پائے گا۔

اوران اراکین کی ذرا سوچ تو دیکھئے کہ کم تنخواہ پر اساتذہ کی تقرری کو وہ اپنا بڑا فخریہ کارنامہ سمجھتے ہوئے خوب شاداں نظر آتے ہیں جب کہ حقیقت میں یہ افسوس وندامت اورحزن وملال کا موقع ہے، کیوں کہ کم تنخواہ والی تقرری زبردست تعلیمی نقصانات وخسارے کو دعوت دینے والی ہوتی ہے۔اب کم تنخواہ سے رونما ہونے والے نقصانات کا ذرا جائزہ لیجئے:

کچھ اساتذہ وہ ہوتے ہیں جن میں درجات عالیہ کی تدریسی صلاحیت کم ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے بڑی درسگاہوں میں خدمات کا موقع جلدی نہیں مل پاتا جب کہ ان میں ایسی درسگاہوں میں پڑھانے کا شوق وافر مقدار میں ہوتا ہے اس لیے ایسے مواقع کی تلاش میں وہ رہتے ہیں، پھر موقع ملتے ہی کم تنخواہوں پر بھی اپنی تقرری کوغنیمت جانتے ہوئے جیسے تیسے وہ بحال ہوجاتے ہیں۔

تو اب ایسے اساتذہ سے درسگاہی امور بحسن وخوبی کیوں کر انجام پائیں گے اور معیار تعلیم کیسے بلند ہوگا بلکہ ادارہ اور بھی پستیوں کا شکار ہوکر رہ جاتا ہے۔ مذہبی فکر اور دینی درد کا تقاضہ تو یہی تھا کہ یہ اراکین اس تعلیمی خسارے پر بے چین ہوجاتے لیکن ایسے اساتذہ کی ساری کوتاہیوں کو صرف اس وجہ سے نظر انداز کردیا جاتا ہے کہ وہ حق محنت کم لیتے اور جی حضوری میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔جس سے تعریف پسند اراکین بہت خوش ہوتے ہیں اور حد تو یہ ہے کہ باصلاحیت اور مخلص اساتذہ پر بھی انھیں فوقیت دی جاتی ہے۔

کچھ اساتذہ وہ ہوتے ہیں جو علمی استعداد اور تدریسی صلاحیت رکھنے کے باوجود صرف اس وجہ سے کم تنخواہ میں تقرری حاصل کرنے پر

راضی ہو جاتے ہیں کہ بیشتر مدارس اسلامیہ میں قلیل تنخواہ پر ہی تقرری کا رواج عام ہے تو اب ان کے لیے بھی معمولی تنخواہ پر راضی ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا جس کا بہت بُرا نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ معاشی بد حالی کی وجہ سے وہ ہمیشہ ذہنی الجھنوں کا شکار رہا کرتے ہیں۔اور تدریسی خدمات رواروی میں انجام دیتے ہیں جس سے طلبہ کو زبردست نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں۔لیکن ان غافل اراکین کو طلبہ کے خسارے کا غم کیا ہوگا کہ انھیں مذہب وملت کے فروغ وارتقا سے کہیں زیادہ اپنی تعریف وناموری کی فکر ستاتی رہتی ہے۔

اور کم تنخواہ ہی کا نتیجہ ہے کہ اہل ثروت حتی کہ اب غریب طبقہ بھی بڑی بھاری تعداد میں اپنے بچوں کو دینی تعلیمات سے دور کرتے نظر آرہے ہیں اور اگر وہ اپنے بچوں کو مدارس اسلامیہ میں بھیجتے بھی ہیں تو انھیں بچوں کو بھیجتے ہیں جو ان کی امیدوں پر پورا اترتے نہیں دکھتے۔

اور یہ پہلو تو اور بھی المناک ہے کہ اب تو علمائے کرام کی اچھی خاصی تعداد بھی معاشی بدحالی سے تنگ آکر اپنے بچوں کو دینی مدارس سے دور کرنے میں مصروف ہے۔وہ سوچتے ہیں کہ مدارس اسلامیہ کی ملازمت کی وجہ سے جب ہم ساری زندگی معاشی تنگی کا شکار رہے ہیں تو ہوسکتا ہے کہ دنیاوی تعلیمات کی وجہ سے ہمارے بچے خوشحال ہو جائیں۔یہی وہ راز ہے جو لوگوں کو دینی تعلیمات سے دور کر رہا ہے۔ مذہب وملت اور تعلیمات دینیہ کے ان عظیم نقصانات کی سب سے زیادہ ذمہ داری بھی انھیں غافل اراکین پر عائد ہوتی ہے کہ اگر وہ معقول و مناسب تنخواہ متعین کیے ہوتے تو ایسی صورت حال پیدا نہ ہوتی۔

غور طلب ہے کہ تعمیراتی کاموں کے لیے وہ بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھاری رقم صرف کر دیتے ہیں لیکن جب اساتذہ کی تنخواہ میں اضافے کی بات آتی ہے تو پہلے بار بار سوچتے ہیں اور سال بھر میں خرچ ہونے والی اضافی رقم کا حساب لگاتے ہیں پھر بڑی مشکل سے معمولی اضافے پر تیار ہو پاتے ہیں۔ان اراکین کو اسکولی نظام سے سبق لینا چاہیے عوامی اسکولوں سے بھی کہ اس میں بھی حالات کے لحاظ سے معقول اور قابل لحاظ تنخواہ متعین کی جاتی ہے جس کے نتیجے میں اساتذہ بھی رغبت و دلچسپی سے پڑھاتے ہیں اور طلبہ میں بھی تعلیمی ذوق بیدار ہو جاتا ہے۔اسی طرح مدارس اسلامیہ میں بھی اگر معیار تنخواہ بلند کر دیا جائے تو جہاں والدین میں اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلانے کا جذبہ پیدا ہوگا وہیں ان بچوں میں بھی اس تعلیم کے حصول کا شوق پیدا ہوگا اور مدارس میں خدمت کرنے کا مزاج پیدا ہوگا۔

یہ پہلو اور بھی حیرتناک ہے کہ اگر تنخواہ میں اضافہ پر زیادہ زور ڈالا جائے تو اراکین اس کو اپنی بےعزتی سمجھتے ہیں پھر ان مخلص اساتذہ کو تدریسی فرائض سے سبکدوش کرنے کا منصوبہ تیار کر لیتے ہیں۔انھیں یہ غم ہرگز نہیں ہوتا کہ اگر یہ محنتی اساتذہ یہاں سے رخصت ہو گئے تو ان کا بدل حاصل کرنا بڑا دشوار ہوگا۔مالی فراوانی کی اہمیت کا اندازہ ان باتوں سے بھی ہو جاتا ہے کہ:

دنیادار طبقہ جب کم تنخواہ والے اساتذہ کی مالی کمزوری کو دیکھتے ہیں تو ان میں اس طرح کے اساتذہ کی عزت گھٹ جاتی ہے اور انھیں کمتر خیال کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ دنیادار لوگ ان کے وعظ ونصیحت کو بھی کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے حتی کہ ان پر زیادتیوں سے بھی باز نہیں آتے لیکن یہی علما اگر اراکین کی تھوڑی توجہ سے صاحب حیثیت ہو جائیں تو پھر معاشرے میں ان کی قدر ومنزلت بہت اونچی ہو جائے اور یہ حضرات معززین میں شمار ہونے لگیں جس سے مذہب وملت کا بڑا زبردست کام انجام پائے گا۔

اسی مالی اہمیت کی بنیاد پر حضرت سفیان ثوری ارشاد فرماتے ہیں:

اگلے زمانے میں مال کو بُرا سمجھا جاتا تھا لیکن آج کل مال مومن کی ڈھال ہے (کہ اس سے ایمان وعقیدے کی حفاظت ہوتی ہے ورنہ غربت وافلاس سے تنگ آنے اور دشمن دین کی طرف سے ہمدردی کے طور پر مالی امداد سے متاثر ہونے یا ایمان چھوڑنے کی شرط پر مالی تعاون

ہونے کی بنیاد پر ایمان وعقیدے کو کھودینے کا بہت زیادہ خطرہ درپیش رہتا ہے) اور فرمایا اگر یہ زرو دینار ہمارے پاس نہ ہوتے تو یہ (ظاہر پرست) بادشاہ ہم لوگوں کو ذلیل وخوار سمجھتے تو جس شخص کے پاس کچھ مال ہو، اسے چاہیے کہ اسے ٹھیک سے رکھے (یعنی اس کے بڑھانے کی تدبیریں کرے) اس لیے کہ یہ ایسا زمانہ ہے کہ اگر کوئی محتاج ہوجائے گا تو وہی سب سے پہلے اپنے دین کو بیچ ڈالے گا۔ (مشکوٰۃ)

ادارتی نوٹ: اس تحریر میں موصوف نے پورے مسئلے کو یک طرفہ کر دیا ہے۔ یقیناً مدرس کی تنخواہ کا مسئلہ اہم ترین مسئلہ ہے۔ جس سے اس کی ذاتی زندگی کے ساتھ اس کی کارکردگی پر بھی فرق پڑتا ہے۔ اراکین کو اس مسئلہ پر توجہ دینی چاہیے۔ لیکن عموماً کم تنخواہ کا مسئلہ پرائیوٹ اساتذہ کا ہوتا ہے یا جو مدارس ابھی گرانٹ پر نہیں آئے۔ اور اس معاملے میں اسکولوں کا حال بھی یہی، بلکہ اس سے برا ہے، جب کہ وہ تو گورنمنٹی فنڈ کے ساتھ ساتھ طلبہ سے فیس بھی وصول کرتے ہیں اور مدارس میں طلبہ سے کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ اراکین کے لیے فنڈ کا انتظام ایک ایسا مسئلہ ہے جو اس مسئلہ کی جڑ ہے۔ اگر فنڈ کا مسئلہ نہ ہو پھر بھی کم تنخواہ پر مدرس رکھے جائیں تو یہ ضرور لمحہ فکریہ ہے۔ (آفتاب مصباحی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

......(بقیہ صفحہ ۲۶)......اور اللہ تعالیٰ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب ہوا تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس نے آپ کی ثنائے جمیل کی آپ سے زیادہ انس کا اظہار کیا اور آپ سے بہت خوش ہوا اور آپ پر بہت احسان، اکرام اور انعام فرمایا۔ (شرح مسلم للسعیدی ۱/۶۹۶)

ان آیات واحادیث اور اقوالِ مفسرین کو پڑھنے کے بعد سنجیدہ فکر رکھنے والے ہر قاری کو یقیناً شرحِ صدر حاصل ہوگا کہ واقعی شبِ معراج رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ کمال حاصل ہوا جو تمام کمالات سے بڑھ کر ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے سر کی آنکھوں سے رب تبارک وتعالیٰ کے حسنِ ازلی کا دیدار کیا اور ایسے قرب سے بہرہ مند ہوئے جو مخلوق کی عقلوں سے ماروا ہے۔

پرنسپل دارالعلوم محبوب سبحانی کرلا ویسٹ ممبئی

☆☆☆

............(بقیہ صفحہ ۳۰)..................

یہاں دینی وعصری تعلیم کا نظم ہے جیسا کہ اس کے مطبوعہ پراسپیکٹس میں صراحت ہے- اور نصاب تعلیم کا خاکہ بھی مرقوم ہے- وہاں ایک جفاکش، صائب الرائے اور جہاں دیدہ 'ایجوکیشنل ڈائرکٹر' کی ضرورت ہے- بدل خدمت بھی مناسب ہو- علماء اہل سنت و جماعت میں سے حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی (۱۸۹۴ء- ۱۹۷۶ء) نے اس طرز تعلیم کو عملی طور پر از ہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں نافذ ورائج کرنے کی سعی بلیغ فرمائی- انشاءاللہ تعالیٰ اس کا تذکرہ قسط دوم میں آئے گا۔

ہندوستان میں اہل سنت کے قائد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) بھی مدارس اسلامیہ کے نصاب ونظام میں جدت وجودت کے متمنی تھے ندوۃ العلما کے قیام وتشکیل کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ تعلیمی نصاب ونظام کی اصلاح وتجدید کاری کی جائے- پروفیسر مسعود احمد مظہری (م ۲۰۰۸ء) نے رقم فرمایا کہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں مدرسہ فیض عام کانپور کے سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر ندوۃ العلما کی بنیاد رکھی گئی- ابتدائی عہد میں کانپور کے ایک اجلاس میں امام اہل سنت امام احمد رضا خاں قادری نے بھی شرکت فرمائی - اور اصلاح نصاب سے متعلق ایک مقالہ پڑھا- پھر ارباب ندوہ کے غلط افکار ونظریات کے سبب ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۵ء سے قبل اس مجلس سے علاحدگی اختیار فرمالی۔ (گناہ بے گناہی ص ۵۲- ادارہ مسعودیہ کراچی پاکستان)

☆☆☆

رپورٹ

ماہنامہ پیغام شریعت کی رسم اجرا

از: محمد آفتاب عالم مصباحی دہلی

۲۷ مارچ (۲۰۱۶ء) بروز اتوار غالب اکیڈمی بستی حضرت نظام الدین اولیا نئی دہلی میں ''اسلامی صحافت۔ دائرۂ کار، اور تقاضے'' کے موضوع پر ایک سیمپوزیم کا انعقاد ہوا جس میں ماہ نامہ پیغام شریعت دہلی کی رسم رونمائی علماومشائخ کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ افتتاحی تقریر میں مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی نے فرمایا کہ صحیفہ، صحائف اور صحف سب کا مآخذ یہی ''صحافت'' ہے۔ معلوم ہوا کہ صحافت، اسلامی تاریخ کا حصہ اور مسلمانوں کی مرہون منت ہے۔ جرنلزم تو بہت بعد کا تصور ہے۔ بہت سے انبیائے کرام کے صحائف، مکتوبات نبوی، صحائف صحابہ اور صوفیہ کے مکتوبات، صحافت کے اولین اور بنیادی مآخذ ہیں اور نمونہ کہے جاسکتے ہیں۔ جس تحریر وتقریر، خیر وخبر، اقدام وپیش قدمی اور کردار وعمل سے کوئی پیغام حاصل ہو، یہی صحافت ہے۔ یعنی خیر کی نیت سے خط وکتابت، اصلاح کی نیت سے خطوط نگاری وخطابت، فلاح کی نیت سے جدید ذرائع کا مثبت استعمال، ہر طریقہ صحافت کہلائے گا۔ صبح کے وقت ''نماز نیند سے بہتر ہے'' کی فطری آواز، ہر وقت مسجدوں کی فصیل سے ''آؤ فلاح کی طرف کی صدائیں'' اور السلام علیکم کے تحفے بھی صحافت ہی کا حصہ ہیں اور یہی سب اسلامی صحافت ہے، خواہ اس کا تعلق الیکٹرانک میڈیا سے جوڑ یئے یا پرنٹ میڈیا سے اور سچ یہ ہے کہ اس طرح سے خود سوچیں تو ''دائرۂ کار' کے ساتھ 'تقاضے'' بھی نظر آسکتے ہیں اور ''ہر مومن کے مبلغ'' (اسلامی صحافی) ہونے کا معنی بھی معلوم ہوسکتا ہے۔ آزادی سے پہلے ہندوستانی معیشت کے استحکام اور مسلمانوں کی معاشی صورت حال کی بہتری کی طرف ہمدردِ قوم وملت مجدد اسلام اعلیٰ حضرت بریلوی کے سوا کسی نے توجہ نہیں دی۔ مغربی افواہ کے بعد بھی ہندوستانی رہنماؤں نے اِس طرف دھیان نہیں دیا تاکہ ہندوستانیوں کی فکر ونظر کے دریچے کھل سکیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے ۱۹۱۲ء میں ہندوستانیوں کو بطورِ عام اور مسلمانوں کو بطورِ خاص معاشی نظام کو مستحکم کرنے کا مشورہ دیا بلکہ اصول بھی بتائے۔

مولانا کوثر امام قادری رکن ماہنامہ پیغام شریعت نے اپنے کلیدی خطبے میں کہا کہ احادیث کی تعلیم وتدریس اور تصنیف وترجمہ کے ذریعہ قرآنی تعلیمات کو برصغیر ہند میں رواج اور فروغ دینے والے پانچ لوگ ہیں اور سبھی کا تعلق صوفیہ کی جماعت سے ہے، حضرت سید حسن صغانی بدایونی، خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی بدایونی دہلوی، شیخ شرف الدین یحیٰ منیری، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی اور حضرت شیخ احمد کبیر ہمدانی کشمیری لیکن صحافت کے اصولوں سے بے توجہی کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے ذہنوں میں ان کی حیثیت ایسے صوفی شیخ طریقت کی ہے گویا جن کا تعلق درس حدیث اور تدریس وتصنیف سے نہ ہو۔ علمائے اسلام اور صوفیہ کے وعظ وخطابات اور اصلاح وتربیت کی محفلیں غیر تحریری صحافت کی نمائندہ مثال ہیں اور غیر تحریری عملی صحافت کا نمونہ، اعلان نبوت سے پہلے کی پیغمبرانہ زندگی ہے جس میں نہ کوئی آسمانی صحیفہ ہے، نہ کوئی کتاب الٰہی ہے اور نہ وحی کا انتظام۔ ایک خالص فطری زندگی اور بنیادی صحافت۔ اُس دور کے صحافیوں نے بھی اِس طرف توجہ نہیں دی، اس طرح انہوں نے صحافت کے دائرۂ کار کے ساتھ

انصاف نہیں کیا، اور اس کے تقاضوں کا خیال نہیں رکھا۔ صحافت اور فاصلاتی نظام تعلیم صوفیہ کی دین ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی اور شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے مکتوبات اِس تاریخی حقیقت کے گواہ ہیں یعنی مراسلت کی صحافت اور خطوط نگاری کی پاکیزہ روایت کو صوفیہ نے زندگی عطا کی ہے۔ لیکن غالب کے خطوط نگاری پر پی ایچ ڈی ہو رہی ہے۔

صحافت میں سب سے زیادہ توجہ اسماء الرجال پر دی جاتی ہے اور یہ فن محدثین کی فراہم کردہ ہے جس میں انہوں نے ''کب، کون، کیوں، کتنے اور کیسے'' یعنی صحافت کے ''پانچ کاف'' کو پوری طرح برت کر دکھایا ہے۔

جناب اسفر فریدی ایڈیٹر نیوزان خبر دہلی نے کہا کہ خبروں کی صحیح صورت حال اور انسانی مسائل کی حقیقت حال کو صحیح اور پیغام آفریں شکل میں مثبت اندازِ بیان میں پیش کرنا ہی دراصل صحافت کا دائرۂ کار ہے۔ اِس تناظر میں اس کے تقاضے بھی محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ صحافت میں سب سے زیادہ توجہ اسماء الرجال پر دی جاتی ہے اور یہ فن محدثین کی فراہم کردہ ہے جس میں انہوں نے ''کب، کون، کیوں، کتنے اور کیسے'' یعنی صحافت کے ''پانچ کاف'' کو پوری طرح برت کر دِکھایا ہے۔ ایک مدیر، صحافی اور تحریری رہنما کے لیے چند ترجیحات کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے (۱) مضامین نگار کی عزت نفس کا خیال رکھا جائے (۲) انفرادیت کا لحاظ رکھتے ہوئے اخبار و میگزین کو منفرد بنانے پر توجہ دی جائے۔ البتہ انفرادیت کا توسع بھی پیش نظر رہنا چاہیے، صحافت میں یکسانیت خوش ادارتی، خوش ترتیبی، خوش اسلوبی اور خوش فکری کے ذریعہ ہوتی ہے، یہ یکسانیت نہیں کہ چند رسالوں کے کالم ایک ہی جیسے ہوں اور مضامین بھی ایک طرح شامل ہوں یا ایک ہی مضمون اِس سوچ کے تحت کئی رسالوں میں ایک ساتھ چھپے کہ فلاں شخصیت کا عرس ہے، یوم ولادت ہے اور یوم تاسیس ہے، اس لیے ایک مضمون ہونا چاہیے۔ یہ یکسانیت نہیں۔ البتہ یہ سوچ ضرور یکسانیت کا حصہ ہے۔

مولانا تاج محمد ازہری (سفارت خانہ عمان دہلی) نے اظہار خیالات میں کہا کہ بات بنانے والے مضامین شائع کیے جائیں، بات بگاڑنے والی باتیں نہ شامل کی جائیں، ایسے قلم کار نظر انداز کیے جائیں اور ان کی تحریریں پس انداز کر دی جائیں۔ ماہنامے میں عصری مسائل کو ترجیح دی جائے۔

ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامی سے تشریف لائے مولانا انظار احمد مصباحی نے اپنے تجربات پیش کرتے ہوئے کہا کہ انفرادی قارئین کے ساتھ اجتماعی قارئین کا بھی خیال کریں۔ کسی بھی دار العلوم، جامعہ، قومی کتب خانہ اور پبلک لائبریری اجتماعی ممبر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہاں ایک رسالہ اور میگزین کو بے شمار قاری دیکھتے اور پڑھتے بھی ہیں۔

مولانا اکرم رضا ریسرچ اسکالر جامعہ ملیہ اسلامیہ نے کہا کہ آج کی صحافت تل کو تاڑ بنانے اور مرچ مسالے لگانے کا نام ہے مگر مجھے امید ہے کہ اس رسالے سے اس طرح کا کام نہیں لیا جائے گا، اور میں سلام کرتا ہوں ناظم اجلاس کو کہ ایک معروف ومقبول رسالے کا مدیر اعلیٰ ایک شروع ہونے والے رسالہ کی رونمائی کی تقریب میں نظم ونسق، اور نظامت کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ یہ بھی اسلامی صحافت کا قابل تقلید نمونہ ہے۔

ڈاکٹر مشتاق احمد قادری استاذ شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی نے کہا کہ آج پرنٹ میڈیا کا جائزہ لیں تو اخبارات کے مقابل رسائل وجرائد کی تعداد بہت ہے اور اس کے ذریعے ماضی میں بھی ملک وملت کی تعمیر کا فریضہ انجام دیا گیا ہے اور آج بھی دی جانی چاہیے۔ ایک ماہنامے کو معاشرے کے ہر فرد کے لیے ہونا چاہیے اور اس میں ہر طبقے کا پاس ولحاظ رکھا جانا چاہیے۔

رکن الدین مصباحی ریسرچ اسکالر جواہر لعل نہرو یونیورسٹی نے اپنے تأثرات میں کہا کہ میڈیا ترسیل خیالات کا اہم ذریعہ ہے

اس کے ذریعے اپنی بات پوری دنیا میں باآسانی پہنچائی جاسکتی ہے۔اس ماہنامے کے ذریعے اپنے مذہب ومسلک کی ترویج اوردینی معلومات کی اشاعت اورعوام کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیاجاناچاہیے۔آپسی اتحادواتفاق کا پیغام اس کے ذریعے عام کرنے کی ضرورت ہے۔

مشتاق احمد ریسرچ اسکالر جے این یو نے کہا کہ ایک رسالے کے اضافے کی اطلاع آفتاب مصباحی نے دی مجھے بے حد مسرت ہوئی رسالے کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ اس کے رفقائے کار میں مخلص اور منکسرالمزاج افراد ہیں ان سے قوم وملت کی امیدیں وابستہ ہیں بس روایت پسندی کو ترک کرنے اور زمانے کے تقاضے سے رسالے کو ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے۔

حسین احمد مصباحی (دہلی یونیورسٹی) نے کہا کہ مذہبی رسائل کی آج کمی نہیں ہے۔ہاں البتہ صالح اسلامی صحافت کو فروغ دینے والے اور تعمیر ملت کا کام کرنے والے میگزین کی کمی ضرور ہے۔ آپ اس جگہ کو لے سکتے ہیں ۔ اس میں آپ کے رسالے کی کیا انفرادیت ہوگی اور کیسے معیار بنائیں گے یہ مدیر اعلیٰ اور نائب مدیر کی بالغ نظری اور وسعت فکر ونظر پر منحصر ہے۔میں ادارے کے سبھی رفقا اور انتظامیہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

غلام اختر مصباحی نے کہا کہ صحافت کا مطلب بنیادی اور مثبت صحافت ہے اسلام میں اس کی روایت قدیم ہے۔لوح وقلم کی اصطلاح سب سے پہلے اسلام میں قائم ہوئی،اس کو اچھے انداز میں آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔

نیاز احمد مصباحی (سی،سی،آر،یو،ایم،وزارت صحت حکومت ہند) نے کہا کہ رسالے کی کامیابی کا راز قارئین کے ذوق اوران کی پسند کا خیال رکھنے اوران کے لیے فکری،علمی، مذہبی اور تحقیقی مواد فراہم کرنے میں مضمر ہے، مثبت صحافت دیرپا ہوتی ہے نہ کہ منفی اور زرد صحافت ۔ کسی کی شخصیت کو مجروح کرنا، جذبات کوٹھیس پہنچانا صحافت نہیں ہے زراندوزی اورعوام کی توجہ اپنی جانب کھینچنے کا ایک حربہ ہے۔ آپ اس رسالے کے ذریعے قوم وملت کی خدمت، اور مذہب حق کی اشاعت کا فریضہ انجام دیجئے۔اوراس کو اپنا مشن بنائیے۔میری نیک خواہشات اور دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

اجلاس کی نظامت ماہ نامہ کنزالایمان کے مدیر اعلیٰ محمد ظفرالدین برکاتی نے کی۔ جے این یو اولیا دہلی کے طالب علم مولانا محبوب ظفر نظامی نے قرآن کریم کی تلاوت کی، قاری مظہر الدین عزیزی مصباحی نے نعتوں کے گل دستے پیش کیے۔ ماہنامہ پیغام شریعت کے ناشر وپبلیشر مولانا محمد قاسم مصباحی نے استقبالیہ خطبہ اور مولانا شوکت علی برکاتی اسلامی تعلیمی بورڈ (دہلی) نے ہدیہ تشکر پیش کیا اور مولانا ڈاکٹر محمد ممتاز عالم رضوی (مہتمم جامعہ امام اعظم فریدآباد) نے مولانا طارق انور مصباحی کیرلا، رکن ماہنامہ پیغام شریعت کا تحریری پیغام، اوررسالے کے مقاصد پڑھ کرسنایا۔

سرپرست اجلاس کی دعاؤں پر سمپوزیم ختم ہوا جس میں مسجد شیخان باڑہ ہندوراؤ کے امام مولانا فروغ احمد طریقی،تیس ہزاری کورٹ کے قریب باغیچی مسجد کے امام مولانا محمد ہاشم مصباحی ،مولانا محمد نعیم مصباحی مدیر ماہ نامہ مشاہد (عربی) مولانا رضوان احمد مصباحی امام وخطیب مسجد دھولا کنواں،مولانا سہیل احمد علیمی اسلامی تعلیمی بورڈ دہلی، اشتیاق عالم مصباحی، احمد رضا مصباحی،محسن رضا مصباحی، زبیر عالم خان مصباحی،توقیر رضا نوری، مجیب بھائی،انور بھائی،ماسٹر منظر امن مصباحی نیو ہورائیزن پبلک اسکول،وجامعہ ملیہ اسلامیہ کے معراج احمد مصباحی، رحمت عالم سیرت کمیٹی ذاکر نگر کے جاوید احمد بریلوی اور انجینئر امان اللہ کے علاوہ قرب وجوار کے ائمہ مساجد، مدارس کے اساتذہ،طلبا، ریسرچ اسکالرس،خواتین اسلام،اورعوام اہل سنت نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور پروگرام کوکامیاب بنایا۔☆

خطوط وتاثرات

قارئین کرام

مکتوب حضرت قبلہ علامہ سید اویس مصطفےٰ
سجادہ نشین خانقاہ واسطیہ بلگرام شریف

پیغام شریعت کا تازہ شمارہ بدست مولانا وفاء المصطفےٰ امجدی موصول ہوا۔ دو چار مضمون دیکھے، مضامین معیاری ہیں۔ جو کہ مولانا فیضان المصطفےٰ قادری اور ان کے ساتھیوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اس میں اپنا مسلک مسلک اعلیٰ حضرت سے متعلق باتیں ہونی چاہییں۔ مضامین چھوٹے ہوں کہ کم وقت میں پڑھ لیں، چھوٹے مضمون پڑھنے میں گھبراہٹ نہیں ہوتی۔ بڑا مضمون دیر تک پڑھنا پڑتا ہے۔ مسائل آسان الفاظ میں ہوں دقیق الفاظ نہ ہوں۔ عام لوگوں کو بھی دیکھنا چاہیے، سو میں پانچ ہی پڑھے لکھے ہوتے ہیں، پنچانوے پڑھے لکھے نہیں ہوتے۔ دقیق الفاظ ہوتے ہیں تو سمجھ نہیں پاتے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو فروغ سنیت کا ذریعہ بنائے اور مقبول خاص وعام بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم۔

سید اویس مصطفےٰ واسطی

مکتوب جانشین قائد ملت علامہ ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب

مدیر اعلیٰ حضرت علامہ فیضان المصطفےٰ صاحب

برادرم حضرت علامہ غلام سبحانی صاحب کی اہلیہ کے چہلم کے سلسلہ میں ڈیلاس جاتے ہوئے آپ کی ادارت میں جاری ہونے والے ماہنامہ ''پیغام شریعت'' کے پہلے شمارہ کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ کوئی شک نہیں کہ ہندوستان کی سرزمین سے پچاسوں مذہبی رسالے شائع ہو رہے ہیں، تاہم ان میں انگلیوں پر گنے جانے والے چند ہی رسالے ہوں گے، جنہیں واقعی ''اسلامی صحافت'' کے ترجمان کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ ہے نا حیرت واستعجاب کی بات، سرنامۂ سخن پر تختی لگی ہے ''مذہب اسلام'' کی اور تعلیمات اسلامی سے دور کا بھی واسطہ نہیں؛ ناپسندیدہ شخصیات کے خلاف جارحانہ تنقید وتذلیل، پسندیدہ شخصیات کی شان میں آسمان وزمین کے قلابے ملانے کی کوششیں، اپنے گھر کے عیوب ونقائص کی تشہیر، اکابرین جماعت پر سخت ترین گرفت، بات بات میں اختلافات کی چنگاری بھڑکانے کی جسارتیں اور بحث ومباحثہ میں آداب گفتگو کا فقدان، وغیرہ ایسے موٹے موٹے عناوین ہیں کہ جو اسلامی تعلیمات سے کھلی بغاوت ہے۔ چاہیے یہ کہ صحافتی نگارشارت کی اوٹ میں ایک صالح معاشرہ پروان چڑھے، جو بجائے خود اسلامی تعلیمات کا آئینہ دار ہو۔ اس لیے خواہ، کچھ بھی لکھا جائے یا کہا جائے، ہمہ وقت دو چیزیں پیش نگاہ رہیں؛ ایک یہ کہ وہ اسلامی شریعت سے متصادم نہ ہو اور دوسری چیز یہ کہ موجودہ حالات کے پیش نظر اس کے غلط اثرات معاشرے پر مرتب نہ ہوں۔ قدرے وضاحت کے لیے ایک مثال دے دوں۔ فتح مکہ کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہوئے سنے گئے کہ اہل مکہ نے سرمایہ کی کمی کے باعث حطیم کے حصہ کو عمارت سے باہر کر دیا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ عمارت شہید کر کے حطیم کو شامل کرتے ہوئے از سر نو خانہ کعبہ کی عمارت تعمیر کراؤں، تاہم یہ خیال گزرتا ہے کہ لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں اور خانہ کعبہ کی عظمت دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ عمارت کی شہادت سے دلوں پر طاری عظمت

وہیبت متاثر ہوجائے۔دیکھ رہے ہیں آپ!ایک چیز عین شریعت ہے،تاہم موقع کے لحاظ سے مناسب نہیں،اس لیے پس پشت ڈالی جارہی ہے۔

بہر کیف، مدعائے سخن صرف اس قدر ہے کہ ''پیغام شریعت'' کو واقعی اسلامی صحافت کا ترجمان بنانے میں آپ اور آپ کی ٹیم کامیاب ہوگئی،تو کہنے دیا جائے کہ مذہبی صحافت میں اسے ایک انقلاب آفریں قدم کی حیثیت سے بہت دنوں تک یاد رکھا جائے گا۔میری طرف سے آپ،حضرت مولانا قاسم صاحب اور جملہ رفقائے کار مبارک باد کے مستحق ہیں۔

غلام زرقانی قادری

☆☆☆

مکتوب جناب مولانا ڈاکٹر سجاد عالم رضوی صاحب کلکتہ

مکرمی ومحترمی حضرت مولانا فیضان المصطفے قادری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہنامہ پیغام شریعت کا پہلا شمارہ موصول ہوا۔اس کی اشاعت پر آپ کو اور آپ کے جملہ رفقاء کار کو مبارکبا پیش کرتا ہوں۔اداریے میں آپ نے وقت وحالات کے جن تقاضوں کی طرف اشارہ کیا ہے ان کی رو سے ایک نہیں کئی رسائل کی ضرورت ہے۔جو اندرونی اور بیرونی چیلنجوں کو پیش نظر رکھیں اور مسلک اہل سنت و جماعت کے مطابق ''اسلام کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہچانے کے ذمہ داری'' انجام دیں۔ اسلامی تعلیمات کی تشریح وتوضیح کے میدان میں اہل سنت وجماعت کے اکابر علماء و مشائخ اور امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہم الرحمۃ والرضوان کی علمی،اعتقادی اور روحانی وراثت ہمارا عظیم سرمایہ ہے۔جدید دور کے اذہان وقلوب تک اس کو پہچانا ایک اہم اجتماعی ذمہ داری ہے۔اس کے لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ اسلامی تعلیمات کی کامیاب نشر واشاعت کے لیے بدلتی دنیا کے مذہبی، ثقافتی،سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل کی بہتر سمجھ حاصل کی جائے۔زمانی اور مکانی حالات وتقاضوں کا جائزہ لیا جائے اور پھر ''حکمت،موعظت اور جدال احسن'' کے طریقوں پر عمل کرتے ہوئے دعوت وتبلیغ اور اشاعت دین کا کام کیا جائے۔یہ کام انفرادی طور پر انجام دینا بہت ہی مشکل ہے۔ اس لیے باہمی تعاون اور اشتراک کے اصول پر عمل کیا جائے۔اور ''منفی اور مضر فکروعمل'' کی راہ پر چلنے سے بچا جائے۔ہمیں خوشی ہے کہ اس کے لیے جس حکمت عملی اور منصوبہ بندی کی ضرورت ہے اس پر توجہ دینے کا آپ نے عہد کیا ہے۔اللہ تعالی ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ پہلا شمارہ ہے، عمومی تبصرہ ہے کہ مضامین او ر مشمولات بہت حد تک آپ کے مرکزی نصب العین سے مطابقت رکھتے ہیں۔اس بات کی کوشش کریں کہ اس شمارے کے صفحہ ۱۵ر پر دیے گئے کالمز کی فہرست کے مطابق مضامین شائع ہوں۔اس طرح سے یہ رسالہ وقت وحالات کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں کامیاب ہوگا۔اس سلسلے میں میری تجویز یہ ہے کہ علوم قرآن، علوم حدیث اور فقہ وفتاوی کے کالمز میں شائع مضامین موضوعاتی ہوں۔اہل قلم حضرات اعتقادی،عملی،علمی اور معاشرتی نوعیت کے مضامین میں اصول تحریر وتحقیق کا خیال رکھیں اور سنجیدہ اسلوب اپنائیں۔اس سے ان کی افادیت میں اضافہ ہوگا۔آخر میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ آپ کی اس کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے۔اس رسالے کے فیضان کو عام فرمائے۔ اور ہم سب کو اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ اپنے دین متین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔والسلام

محمد سجاد عالم رضوی اسسٹنٹ پروفیسر،شعبۂ تاریخ،
پریسیڈینسی یونیورسٹی،کولکاتا،مغربی بنگال

☆☆☆

مکتوب جناب مولانا سید محمد امان میاں قادری علی گڑھ

محترم اراکین ماہنامہ ''پیغام شریعت'' دہلی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا رسالہ ''پیغام شریعت'' موصول ہوا۔ اہل سنت وجماعت کی صحافت کے آسمان میں ایک خوبصورت ستارہ روشن ہونے سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ مضامین کا انتخاب اچھا ہے۔ آپ نے حالات حاضرہ کو سامنے رکھ کر مضامین کا انتخاب کیا ہے۔ عشق رسول اور عظمت رسول دین کے اہم ستون ہیں اس حوالے سے تین مضامین شامل کیے گئے۔ یقیناً جب تک ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب کی محبت اور عظمت کے معاملے میں ایمان دار اور چوکنے رہیں گے زندہ اور کامیاب رہیں گے۔ ''قوت ارادی نہیں تو کچھ بھی نہیں''، ''نسل نو اور منشیات''، ''اچھے نام رکھیں'' یہ مضامین بھی مجھے پسند آئے۔ امید ہے کہ اس رسالہ کا معیار آگے بھی بڑھتا رہے گا اور ہر شمارہ پہلے سے بہتر ہوگا۔ ایک خاص بات جو مجھے محسوس ہوئی وہ یہ کہ آپ نے ملک کے تمام اطراف سے اچھے قلمکاروں کا انتخاب کیا ہے۔ ہمیں پورب، پچھم، اتر اور دکھن ہر طرف سے نمائندگی ہوتی نظر آ رہی ہے۔ یہ ایک حوصلہ افزا بات ہے کہ پورے ملک سے قلمکار ایک ساتھ آپ سے جڑ رہے ہیں۔

میری آپ سے گزارش ہے کہ رسالہ میں ضروریات دین اور عقیدہ سے متعلق مضامین بھی مستقل شائع کرتے رہیں۔ عوام سے ملاقات سے مجھے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو دین کے بنیادی مسائل جاننے کی بہت ضرورت ہے۔ ہم اکثر اپنے اسکول کے انٹرویو میں والدین سے کچھ دینی سوالات کرتے ہیں تو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو خلفائے راشدین تک کے نام نہیں معلوم۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ جیسے ارکان اسلام کے بارے میں نہیں معلوم۔ لہٰذا عوام کو بنیادی دینی باتیں سکھانے کا بھی ایک کالم رکھیں تو بہتر ہوگا۔ نیک خواہشات کے ساتھ

سید محمد امان قادری ڈائرکٹر

البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ

مکتوب جناب غلام صمدانی صاحب

ماہنامہ ''پیغام شریعت'' کی پہلی جلد اپریل ۲۰۱۶، امتیازی خوبیوں کے ساتھ موصول ہوا۔ اداریہ میں جس عزم واستقلال کا اظہار کیا گیا ہے، حقیقتاً اس کے مشمولات میں بھی اسی کے مظاہر دیکھنے کو ملے۔ بالخصوص فقہی اور دینی موضوعات کے ساتھ اصلاحی اور سماجی مواد کی ہم آہنگی اس بات کی نشاندہی کرتی ہے یہ رسالہ غیر معمولی منصوبہ بندی اور سخت جانفشانی کا نتیجہ ہے۔ مدیر اعلیٰ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ ان کا اداریہ معلوماتی اور تحقیقی معیار پر مبنی ہے۔ نیز انہوں نے تکنیکی اور تاثیری پیرائے میں اسلام کی حقانیت کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اسلام مخالف یلغار کی دفاع کا عزم کیا ہے۔ ''اللہ کرے زور قلم، لطف سخن، عزم حسن اور زیادہ''۔

''پیغام شریعت'' میں مطبوعہ تمام مقالات کے مطالعہ سے علمی اور روحانی کیفیت میں اضافہ ہوا۔ سبھی مقالے کے موضوعات عصری تقاضے کے مطابق ہیں۔ توحید، رسالت، حدیث، قرآن، دین اور شریعت کے بہتر معلومات، نسل نو کی تربیت، حسن عمل کی نصیحت اور بہتر سماج اور فرد کی تشکیل سے متعلق مواد کو اس رسالہ میں شامل کیا گیا ہے۔ جس کی افادیت ہر طبقہ اور سماج کے لئے مسلّم ہے، بالخصوص موجودہ دور میں جبکہ سماجی، خانگی اور انفرادی زندگی میں اسلامی اقدار کا فقدان ہے اس رسالے کی معنویت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

یہ ابھی پہلی کاوش ہے اس لیے کچھ خامیاں تو نہیں کہہ سکتے البتہ کچھ موضوعات کی کمی ہے۔ لیکن اس حوالے سے بات کرنے پہلے میری نظر اس کے مجوّزہ کالم پر پڑی جس میں مجھے اپنے سوالوں کے جواب مل گئے۔ امید کرتا ہوں کہ آئندہ رسالے موضوعات اور مواد کے اضافہ کے ساتھ تمام شعبہ حیات کو محیط

ہوں گے ۔ اللہ عزّ وجل دین ورسالت کی پاسداری اور اسلامی سماج اور تہذیب کی نقابت میں اس رسالہ کو بلند مقام عطا کرے۔ آمین۔ غلام صمدانی Mob.No.9650211794-

☆☆☆

مکتوب مولانا جاوید اختر مصباحی جے این یو نئی دہلی

ماہنامہ ''پیغام شریعت'' پر ایک طائرانہ نظر

کہتے ہیں کہ آغاز بہتر تو انجام بھی بہتر، اس کہاوت کی معنویت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب کسی کام کا آغاز ایسے لوگ کریں جو مستقل مزاج، تعمیری سوچ کے حامل اور دوسرے کے کھوٹے سکے پہ نظر کئے بغیر اپنا سکہ کھرا کرنے والے ہوں ۔ماہنامہ ''پیغام شریعت'' کا پہلا شمارہ دیکھ کر مذکورہ کہاوت کی طرف دھیان گیا تاہم یہ سلسلہ برقرار رہے، اس کی امید کرتے ہیں اور دعا بھی۔اس شمارے میں معیاری مضامین ہیں ۔کالمز اور ان کے تحت لکھے گئے مضامین کے مطالعہ کے بعد یہی پتہ چلتا ہے کہ یہ رسالہ کسی مخصوص طبقہ کے لئے خاص نہیں ہے، اس میں علما ودانشور سے لے کر عام قاری تک کے کام کی چیزیں جمع کی گئی ہیں، ساتھ ہی عصر حاضر کے عالمی تناظر میں باتیں کہی گئی ہیں، جس سے ایک عام قاری ایک مختصر سے رسالے کے ذریعے حالیہ اہم عالمی معاملات سے باخبر ہوجاتا ہے۔اداریہ علمی فکری اور ادبی ہر جہت سے قابل ستائش ہے، جبکہ اہانت رسول کی سزا عہد رسالت سے لے کر اب تک کی تاریخ اور عہد جدید میں قانون اہانت رسول سے متعلق دو مضامین کافی معلوماتی ہیں، ساتھ ہی شہادت ممتاز قادری سے متعلق شکوک وشبہات کا دفعیہ بھی ہے۔مولانا محمد رضا فراز صاحب کی رپورٹ جو ممتاز قادری کی شہادت پر مبنی ہے، وہ رپورٹ ہونے کے ساتھ ساتھ تاریخی بھی ہے۔اس شمارے میں سب سے نئی چیز مولانا نعیم مصباحی (ریسرچ اسکالر جواہر لال نہرو یونیورسٹی) کا مضمون بعنوان ''میٹرو پولیٹین شہروں کے خانہ بدوش بچے'' ہے۔اسے پڑھنے کے بعد اس کا احساس نہیں بلکہ یقین ہوتا ہے کہ آج کی نئی عالم نسل کی نظر سماجیات پر بھی گہری ہے اور اب انہیں اپنی بات دور جدید کے قابل قبول معیار کے مطابق کہنے کا ہنر آنے لگا ہے۔ان کا یہ مختصر مضمون اپنے انداز بیان کے لحاظ سے افسانوی طرز کا لگتا ہے ،لیکن اس حقیقت کو اگر علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کے اسلوب تحریر کے ترشحاتی تناظر میں دیکھیں تو اسے ایک مضمون نہیں بلکہ تحریک کہنا چاہیے جس کا رشتہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واقعہ سے جا ملتا ہے جو عید کے دن ایک یتیم بچے کے ساتھ نبی رحمت کی اس مشفقانہ ادا کے ساتھ رونما ہوا تھا جو آج بھی عالمی حقوق انسانی کمیشن کے لئے مشعل راہ ہے۔یہ واقعہ ہر سال عیدین کے موقع پر ہمارے ائمہ عیدین کی تقریر میں محض مواد کے کام آتا ہے جس سے مقررین کو دوران تقریر پانچ دس منٹ گزارنے میں مدد ملتی ہے۔ماہنامے کی ابتدائی صورت اچھی ہے، اس کے لئے ایک چھوٹا سا مشورہ یہ ہے کہ چونکہ ''پیغام شریعت'' کے مخاطب پوری دنیا کے لوگ ہیں، اس لئے ان ذرائع کو بھی استعمال کرنا چاہیے جن کی مدد سے ہماری بات زیادہ سے زیادہ دور تک پہنچ سکے۔ غلام اختر مصباحی۔ریسرچ اسکالر

جواہر لعل نہرو یونیورسیٹی۔نئی دہلی

موبائل نمبر 9958602553

☆☆☆

مکتوب مولانا محمد اکرام اشرف مصباحی گجرات

نازش علم وادب حضرت علامہ آفتاب عالم مصباحی صاحب

ہدیہ تسلیمات ۔۔۔۔۔۔۔۔ حفظک اللہ

بائیس خواجگان کی سرزمین سے ایک نیا ستارہ بنام ''ماہنامہ پیغام شریعت'' کے طلوع ہونے کی خبر سن کر کیف وسرور حاصل ہوا! اس عظیم پیش قدمی پر میں صمیم قلب سے آپ کو اور آپ

کے جملہ رفقاء کو مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ آپ کا ارسال کردہ پہلا تازہ جریدہ باصرہ نواز ہوا پڑھ کر خوشیوں میں اضافہ ہوا تمام مضامین عمدہ اور معلومات افزا ہیں ۔ دین وسنت کے فروغ کے لیے آپ نے ایک عظیم قدم اٹھایا ہے رب قدیر آپ کے حوصلے کو بلند فرمائے ، اہلسنت والجماعت کی خدمت میں آپ کو مصروف رکھے اور صحت و سلامتی کے ساتھ درازگئ عمر عطا فرمائے (آمین) پروفیسر فاروق صدیقی صاحب نے اپنے مکتوب میں جو مفید مشورہ پیش کیا ہے اگر اس نہج پر کام کیا جائے تو جہاں تک میرا خیال ہے کہ یقیناً قارئین کی نظر میں اس رسالے کی ایک انفرادی شان ہوگی ۔ اردو داں طبقے سے گزارش ہے کہ ہر سو اسے عام کریں تا کہ عوام وخواص اس سے مستفید ہوں نیز قرطاس وقلم سے شغف رکھنے والے حضرات کی بارگاہ میں مودبانہ التماس ہے کہ اپنے معلوماتی مضامین سے اس ماہنامے کے اوراق کو زینت بخشیں تا کہ قوم کی اصلاح بھی ہو اور ماہنامے کی مقبولیت مزید بڑھ جائے ۔

نیاز مند محمد اکرام اشرف مصباحی
خادم التد ریس دارالعلوم حسنیہ ہمت نگر گجرات

☆☆☆

مکتوب مولانا مجاہد رضا جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

خوب سے خوب تر نکلا

ایک زمانے سے ضروری محسوس کی جارہی تھی کہ ایک ایسے رسالے کی جو قوم کے جذبات سے کھیلنے کے بجائے حق وصداقت کی آواز بلند کرے ، جذبہ صادقہ کی ترجمانی کرے جماعت اہلسنت میں جو افتراق وانتشار کا ماحول برپا ہے اسے ختم کر کے ایک ساتھ رہنے کا حوصلہ بخشنے ، حالاتِ حاضرہ پر نگاہ رکھے اور امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی کرے ۔

الحمدللہ ماہنامہ پیغام شریعت ‘‘ دھلی اس ضرورت کی تکمیل کا سامان بن کر افق صحافت پر نمودار ہوا ہے اللہ تعالیٰ اسے عمر خضر عطا فرمائے ، تمام مضامین مشمولات قابل قدر ہیں اداریہ کا کوئی جواب نہیں ، محدث عصر علامہ کوثر امام قادری کا مضمون بڑا ہی معلومات افزا ہے ۔ شاید ماہنامے کی دنیا میں پہلی بار اس نوعیت کا مضمون قسط وار شائع ہورہا ہے ، اسے پڑھ کر بڑی مسرت ہوئی اگر عبارات احادیث کو اعراب کے سے مزین کر کے شائع کیا جائے تو چاشنی مزید دوآتشہ ہوجائے گا ۔

فتاویٰ کا کالم بھی بہت خوب ہے لیکن اس میں جگہ جگہ اسم منسوب کو الف لام کے ساتھ لکھا گیا ہے جبکہ اردو زبان میں ایسا نہیں ہوتا لہٰذا المصباحی کی جگہ مصباحی اور الرضوی کی جگہ رضوی ہونا چاہئے یا قوسین میں یہ واضح کر دیں کی میں نے اپنا نام عربی میں لکھا ہے دوسری چیزیں فتاویٰ میں عربی عبارات بغیر ترجمہ کے ہیں ان کا ترجمہ ہونا ضروری ہے خواہ عربی عبارت رہے یا نہ رہے ۔

آپ نے ایک نوٹ لگایا ہے ’’ مندرجات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں ‘‘ اس کا کیا مطلب ۔ اگر آپ کے کالم نگار صحیح باتیں پیش کررہے ہیں تو اس سے اتفاق ضروری کیوں نہیں اور اگر غلط باتیں قارئین تک پہنچانے کی خواہش ہے اور جوابدھی سے بچنے کی خاطر یہ نوٹ لگادیا تو یہ پیغام شریعت نہیں بلکہ عام جذبات کی ترجمانی ہے ۔

بہر حال اس رسالہ کی اجرا پر آپ کو اور آپ کے جملہ ارکان ادارہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اسے نظرِ بد سے بچائے اور رسالہ کو مقبولیت عامہ عطا فرمائے آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

مجاہد رضا ، جامعہ ملیہ اسلامیہ ، دھلی

ادارتی نوٹ : مندرجات سے متعلق نوٹ پر رائے دہی کے لیے شکریہ کے ساتھ عرض ہے کہ احساس ذمہ داری نے اس

بات پر مجبور کیا کہ یہ لاحقہ لگا دیا جائے۔صحافتی کام سے متعلق لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ رسالے چند دنوں میں تیار کرنے ہوتے ہیں جن میں اس بات کا پورا امکان رہتا ہے کہ کوئی ایسی شرعی یا علمی غلطی درآئے جس پر توجہ نہ ہوسکی ،اور آپ جیسے حضرات اس پر متوجہ کریں تو آئندہ اس کی تلافی کردی جائے۔اس سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ آپ کو جو بات کھٹکے آپ اسے فوراً ہمارا واقعی نظریہ نہ قرار دے لیں، بلکہ آپ اس پر اپنی رائے دے سکیں اور ہمیں متوجہ کرسکیں۔رہی ''پیغام شریعت'' کی بات،تو یہ اس میگزین کا ٹائٹل ہے جس کے مطابق کوشش یہ ہوگی کہ زیادہ تر باتیں شریعت کی ہوں گی ،اور خلاف شریعت کوئی بات نہ ہوگی۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس میں تبادلہ خیالات بھی جرم ہو۔ یا کسی کے نام کے ساتھ موبائل نمبر یا ای میل درج ہو تو اسے بھی کوئی شرعی کوڈ تصور کرنے لگے۔(آفتاب مصباحی)

☆☆☆

معزز قارئین!

ماہنامہ پیغام شریعت اگر آپ کے پتے پر پہنچ رہا ہے تو اس کی اطلاع ہمیں ضرور دیں۔تاکہ رسالے کی ترسیل کو آسان اور بہتر بنایا جاسکے۔ساتھ ہی اگر آپ اس رسالے کے قاری ہیں تو چند سطروں میں رسالے کے مشمولات اور مضامین پر اپنی رائے کا اظہار کردیا کریں،اس سے ہمیں آپ کے لیے رسالے کو بہتر اور مفید بنانے میں آسانی ہوگی۔اور اگر آپ اس رسالے کے ممبر بننا چاہتے ہیں تو اپنا مکمل پتہ 9911062519 پر میسیج کریں،ساتھ میں 150 روپے کا منی آرڈر ماہنامے کے نام سے درج ذیل پتے پر بھیجیں۔

PAIGHAM E SHARIAT MONTHLY, GALI SAROTEY WALI, HOUSE NO,442. 2Nd FLOOR ,MTIA MAHAL, JAMA MASJID DELHI.6

اہل قلم توجہ دیں!

جن حضرات نے اپنی نگارشات وتاثرات ہمیں عنایت کیے ہم ان کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں۔اور سبھی قلم کاروں سے گزارش کرتے ہیں کہ آپ اپنے گراں قدر مضامین صاف لکھ کر ارسال فرمائیں۔کمپوز شدہ تحریر ان پیج کی فائل میں بھیجیں تو اس سے آپ کی تحریر میں غلطیوں کے امکانات کم ہوں گے۔اپنے مضامین مختصر اور چھوٹے لکھیں، جو دو تین یا چار صفحات تک محدود ہوں، زبان عام فہم استعمال کریں اور اپنی تحریر میں حوالے کا التزام کریں۔حوالہ اس طرح دیں:

آیتیں: سورہ کا نام اور آیت نمبر۔

حدیث: کتاب/باب/صفحہ/حدیث نمبر/راوی کا نام۔

دیگر مواد: کتاب/مصنف/باب/صفحہ/مطبوعہ

اپنی نگارشات کے اخیر میں اپنا نام، مکمل پتہ اور رابطہ نمبر ضرور لکھیں۔

اس رسالے کے لیے شخصیات پر مضمون لکھنے اور بھیجنے سے پہلے ادارے سے رابطہ کرلیا کریں۔ کیوں کہ ہر شمارے میں شخصیت پر ایک ہی مضمون شائع ہوگا۔

اطلاعاً عرض ہے کہ ماہنامہ پیغام شریعت میں ایسا مضمون شائع نہ ہوگا جو کسی رسالے میں شائع ہو چکا ہو۔ لہٰذا اپنا غیر مطبوعہ مضمون ہی ارسال کریں۔ مہینے کی پانچویں تاریخ تک مضامین،اور دس تاریخ تک رپورٹس اور تاثرات ادارے کو موصول ہوجائیں تو ہمیں شائع کرنے میں آسانی ہوگی۔ تفصیلات کے لیے راقم الحروف کو فون کریں۔ یا ای میل سے رابطہ کریں: (آفتاب مصباحی مدیر ماہنامہ پیغام شریعت)

Mobile: 09654336678
Paighameshariat@gmail.com

ماہنامہ پیغام شریعت حاصل کرنے کے پتے

﴿اجمیر شریف﴾
مولانا ذاکر حسین شمسی جامعہ معینیہ، درگاہ اجمیر شریف راجستھان
﴿بیکانیر﴾
مولانا غلام ذی النورین فریدی حسینی مسجد ویاپاریان بیکانیر
﴿مشرقی چمپارن﴾
دارالعلوم رضویہ، بارہ چکیا، مشرقی چمپارن بہار
﴿چھتیس گڑھ﴾
جناب ابرار عالم یونانی میڈیکل کالج۔ رائے پور چھتیس گڑھ
﴿لکھنؤ﴾
قاری روشن علی صاحب، مدرسہ نورالاسلام، اکبر نگر، لکھنو۔
﴿کوٹا راجستھان﴾
مفتی شمیم اشرف دارالعلوم فیضان اشرف ویان نگر کوٹا راجستھان
﴿ہوڑہ رکلکتہ﴾
مفتی وفاء المصطفیٰ امجدی دارالعلوم ضیاءالاسلام ٹکیہ پاڑہ ہوڑہ
﴿بریلی شریف﴾
قادری کتاب گھر نیو محلّہ مسجد بریلی شریف یوپی
﴿گھوسی﴾
مولانا ریحان المصطفیٰ امجدی بک ڈپو مدھوبن روڈ گھوسی ضلع مئو
﴿سیوان﴾
مولانا امجد القادری مدرسہ ارشد العلوم اشرف نگر لکڑی سیوان

ماہنامہ پیغام شریعت دہلی کے کالمس کا خاکہ

☆اداریہ: مجلس ادارت کے کسی ممبر کی ادارتی تحریر
☆ضیائے قرآن: علوم قرآن رتفسیر راصول تفسیر
☆درس حدیث: علم حدیث رتوضیح حدیث ررجال
☆باب الفتاوی: استفتار شرعی مسائل واحکام
☆سیرت وسوانح: اسلاف کرام کا تذکرہ
☆گوشہ تاریخ: تاریخی حقائق وواقعات
☆عرفان شخصیت: موجودہ علماومشائخ سے انٹرویو
☆وفیات: متوفی کی بارگاہ میں خراج عقیدت
☆تعلیمی مسائل: دینی وعصری علوم وتعلیم سے متعلق
☆بزم خواتین: تعلیم نسواں رخواتین کی آرا۔
☆جہاں بینی: سفرنامے
☆خضر راہ: مختلف حالات پر اظہار خیال
☆شخصیت سازی: کوئز۔ تحریری مقابلے
☆روبرو: مختلف مسائل پر آپ کے سوالات اور ہمارے جوابات
☆دینی وملی سرگرمیاں: خبریں اور پیش رفت
☆نقد ونظر: نگارشات پر نقد وتبصرہ
☆تبصرہ وتعارف: نئی تصنیف وتالیف پر تبصرہ
☆ربط باہم: قارئین کے خطوط۔

ماہنامے کی ایجنسی لینے کے لیے مندرجہ ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

بنگلور میں: مولانا طارق انور مصباحی: 09916371192
بنارس میں: مولانا ڈاکٹر شفیق اجمل 09839655808
کولکاتہ میں: مولانا وفاء المصطفیٰ امجدی 09883264118
بھیونڈی میں: حافظ علاء الدین: 09823625741
سنبھل میں: مولانا محمد فاضل مصباحی: 09634682342
مہراجگنج یوپی میں: مولانا کوثر امام: 09838086342
مالیگاؤں میں مولانا غلام مصطفیٰ رضوی: 09325028586
ممبئی میں: ڈاکٹر غلام جابر شمس: 09869328511